صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے روشن واقعات

ایمان کی روشنی

آصف خورشید

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

ایمان کی
روشنی



کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

ایمان کی روشنی

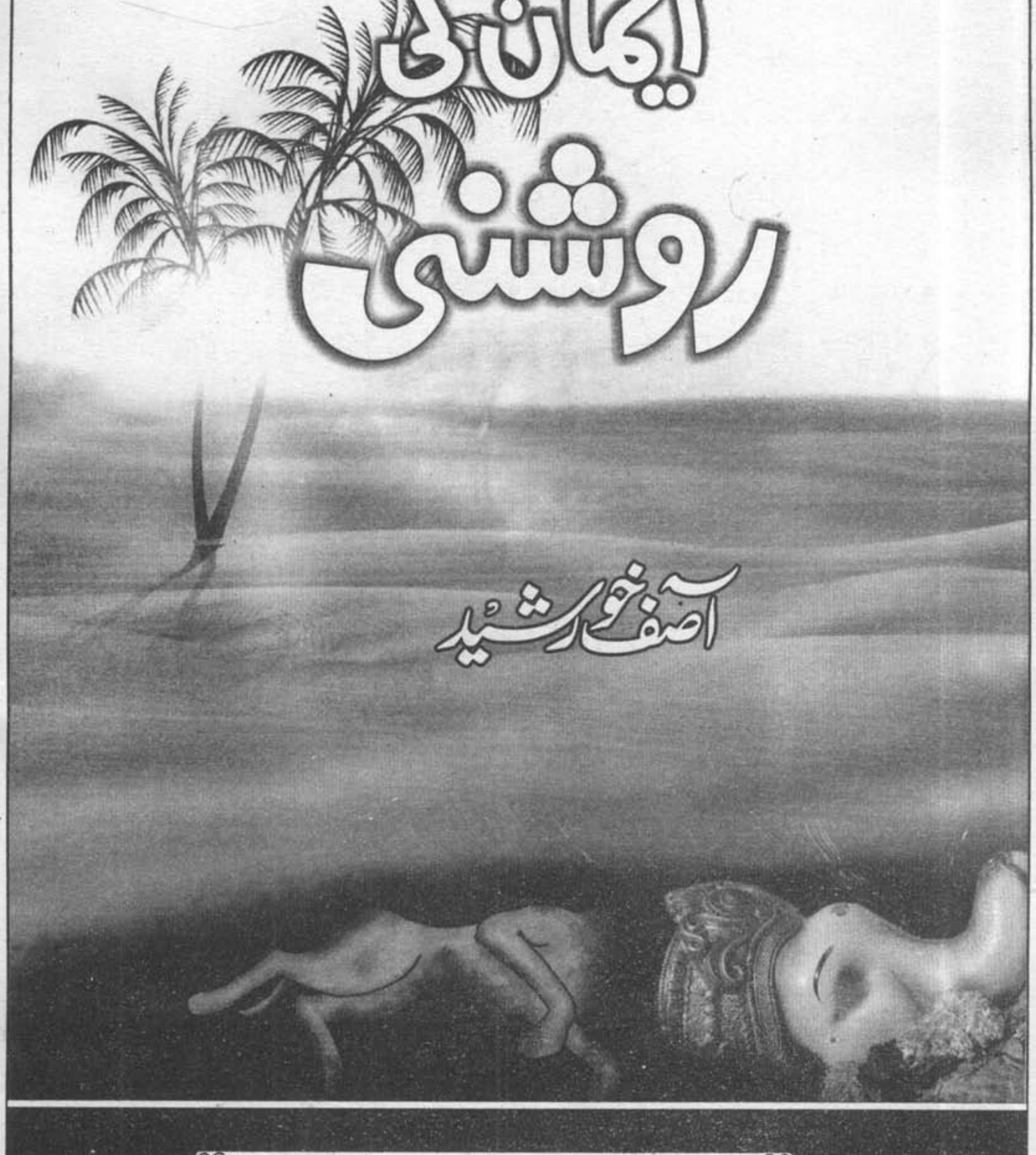
اعداد: .... آصف خورشید

پہلا ایڈیشن .... فروری 2010

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7361428, 0300-4453358

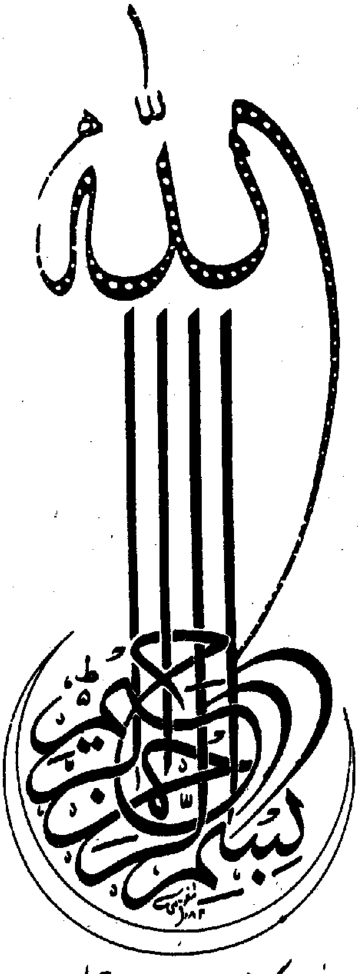
ایمان کی روشنی



آصف خورشید

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 042-7361428, 0300-4453358



شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

حرف تمنا

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو فکشن ایڈونچر اور سائنس کا ادب ''تخلیق'' کرتے ہیں۔ اس ''ادب'' میں حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ہوتا ہے لیکن آصف خورشید وہ جوان رعنا ہیں کہ جو شروع دن سے جماعت الدعوۃ پاکستان سے منسلک ہیں اور جماعت کے اخبارات و رسائل میں حق اور سچ لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ نہایت باوقار اور مسکراتی وکھلکھلاتی طبیعت کے مالک ہیں۔ ملنسار، نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو ہیں۔ بچوں اور جوانوں کی ذہنی وفکری تربیت کے لیے ہمہ وقت کوشاں و برسرپیکار رہتے ہیں۔ ان کے اندر کچھ کر گزرنے کی ایک تڑپ نظر آتی ہے۔ اب تک انہوں نے امت مسلمہ کے اذیت ناک مسائل، جہاد اور دنیا میں مختلف خطوں میں آزادی اور اپنے حقوق کے لیے برپا تحریکوں پر لکھا ہے۔ وہ شروع سے جماعت کے طلبا ونگ میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ اب انہوں نے نونہالان وطن کی تعلیم و تربیت کے لیے لکھنا شروع کیا ہے جو بلا مبالغہ ان کے پہلے اسلوب تحریر سے زیادہ دلچسپ اور مسحور کن ہے۔ ادارہ دارالابلاغ کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ وہ ان کے طلباء اور بچوں کے لیے پہلے تربیتی سلسلے ''ایمان کی روشنی'' کو شائع کر رہا ہے۔ ایمان کی روشنی میں مندرجہ ذیل دلچسپ وسبق آموز کہانیاں شامل ہیں:

① کھجوروں کی سرزمین	② روشنی	③ سچا رب	④ امانت
⑤ انوکھی حکمت عملی	⑥ مدینے کا قیدی	⑦ جھوٹا خدا	

یہ ایمان افروز کہانیاں حقیقت میں ایمان کی تقویت کا باعث بنتی ہیں۔ آپ آصف بھائی کی یہ کہانیاں پڑھیں اور اپنے بچوں کو پڑھائیں اور ان کی بہترین اسلامی بنیادوں پر تربیت کریں۔ امید ہے عنقریب آپ کو آصف خورشید حفظہ اللہ کی مزید دلچسپ تربیتی کہانیاں پڑھنے کو ملیں گی۔ ان شاء اللہ......

والسلام

آپ کا بھائی

خادم کتاب و سنت

محمد الیاس شاہد

۲۸ اپریل ۲۰۱۰ء

ایمان افروز کہانی :۱

کھجوروں کی سرزمین

اصفہان کے جاگیردار گھرانے میں بچے کی پیدائش ہوئی تو خاندان بھر میں جشن کا سماں نظر آنے لگا۔خوشی کے مارے جاگیردار کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے' گھر میں دولت کی ریل پیل تھی' زمین جائیداد' ہیرے جواہرات اور کھانے کے لیے وافر مقدار میں غلہ غرضیکہ دنیا کی ہر نعمت گھر میں موجود تھی۔

ایک بیٹے کی کمی تھی سو اللہ نے وہ بھی پوری کردی۔ یہ گھرانہ آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) تھا اور جاگیردار پوری بستی کا سردار تھا۔ بیٹے کی پیدائش پر تمام بستی والوں کی طرف سے آگ کی پوجا کا خصوصی انتظام کیا گیا۔جاگیردار نے اپنے بیٹے کا نام ''سلمان'' رکھا۔اسے اپنی تمام دولت حتیٰ کہ دوسری اولاد میں سے سب سے زیادہ محبت سلمان سے تھی۔اسی لئے وہ سلمان کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔یہی وجہ تھی کہ سلمان کو اس طرح گھر میں رکھا گیا جیسے ایک لڑکی کو رکھا جاتا ہے۔

سلمان نے ہوش سنبھالا تو گھر والوں کو آگ کی پوجا کرتے پایا۔گھر میں ایک بڑا سا آتش دان تھا' جسے ہمیشہ روشن رکھا جاتا اور اس کی پوجا کی جاتی۔سلمان نے اپنے خاندان کی آگ سے عقیدت دیکھی تو اس نے بھی آگ کی خدمت شروع کردی۔ وہ آتش دان کے پاس بیٹھا رہتا اور سارا دن اسے روشن رکھتا۔اس کی صبح و شام اس آتش دان کے پاس گزرتی۔اس دوران اس نے مجوسیت کی تعلیم حاصل کی اور آہستہ آہستہ اسے آگ کا نگران بنا دیا گیا۔

دن یونہی گزرتے گئے۔ایک دن سلمان کے والد نے ایک عمارت کی تعمیر شروع کروائی۔سلمان کے والد نے اسے بلایا اور کہا:

''بیٹا! تو جانتا ہے کہ میرے علاوہ زمین کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں جبکہ مجھے اس عمارت کی تعمیر کی بھی نگرانی کرنا ہے' لہٰذا میری مدد کر' اور آج تو جا اور کھیتی باڑی کرنے والوں کی نگرانی کر' لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں نے اب تک تجھے زیادہ دیر اپنے سے دور نہیں رکھا' اس لئے وہاں زیادہ دیر مت لگانا کیونکہ تجھ سے

دوری مجھے پریشان کردے گی۔''

سلمان ایک سعادت مند بیٹے کی طرح اپنے والد کا حکم مان کر زمینوں کی طرف روانہ ہوگیا۔راستے میں اس کا گزر ایک عجیب وغریب عمارت کے پاس سے ہوا جہاں سے مختلف آوازیں آرہی تھیں۔سلمان حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔اس نے لوگوں سے اس عمارت کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا:

''یہ عیسائیوں کی عبادت گاہ' گرجا گھر ہے اور اس وقت وہ اپنی عبادت میں مشغول ہیں۔''

سلمان گرجا گھر کے اندر داخل ہوا تو عیسائی عبادت میں مصروف تھے۔اسے عبادت کا یہ انداز اچھا لگا اور سوچنے لگا کہ آگ کی عبادت تو فضول ہے۔عبادت کا صحیح طریقہ یہی ہے (یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو ہم کرتے ہیں) لہٰذا وہ اس جگہ بیٹھ گیا اور عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔حتی کہ سورج غروب ہوگیا۔

دوسری طرف سلمان کا والد اپنے بیٹے کی تلاش میں گھر سے نکلا اور اسے مختلف جگہوں پر تلاش کرتا رہا۔اس نے اپنی بستی کا چپا چپا چھان مارا لیکن اسے سلمان نہ ملا۔وہ تھک ہار کر واپس گھر پہنچا تو سلمان کو گھر میں موجود پایا۔باپ نے محبت بھرے انداز میں بیٹے سے دن بھر غائب رہنے کا سبب پوچھا تو سلمان نے ادب سے جواب دیا:

''ابا جان! یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک عبادت گاہ ہے' جہاں عیسائی اپنے خدا کی عبادت کرتے ہیں' مجھے ان کا طریقہ عبادت بہت پسند آیا' لہٰذا میں شام تک وہیں بیٹھا رہا۔''

والد یہ سن کر طیش میں آگیا اور کہنے لگا:

''تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین ان سے کہیں بہتر ہے' وہ گمراہ ہیں' ان کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔''

سلمان نے جواب دیا:

''نہیں' اللہ کی قسم! ہمارا دین ان کے دین سے بہتر نہیں' وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جبکہ ہم اس آگ کی پوجا کرتے ہیں جس کو اپنے ہاتھ سے جلاتے ہیں اور اگر اسے چھوڑ دیں تو بجھ جاتی ہے۔''

سلمان کی بات سن کر جاگیردار پریشان ہوا اور اسے ڈر پیدا ہوگیا کہ اگر اسے ایسے ہی بلا روک ٹوک گھر سے باہر جانے دیا تو یہ باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کرلے گا۔ چنانچہ اس نے سلمان کو لوہے کی بیڑیاں ڈال کر گھر میں قید کردیا۔

سلمان اب یہاں سے فرار ہونے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ وہ عیسائیوں سے معلوم کر چکا تھا کہ ان کا مرکز ملک شام ہے' چنانچہ اس نے پیغام بھیجا کہ جب یہاں سے کوئی قافلہ شام کی طرف روانہ ہو تو مجھے ضرور اطلاع کی جائے۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں' تاجروں کا ایک قافلہ شام روانہ ہونے والا تھا۔ عیسائیوں نے سلمان کی طرف پیغام بھیجا۔ سلمان اپنی بیڑیاں کاٹ کر بھاگا اور قافلے سے جاملا۔ یہ قافلہ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا شام پہنچا تو ان کے ساتھ سلمان بھی تھا۔

سفر کے دوران اس نے قافلے والوں سے عیسائی دین کے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کر لی تھیں اور اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مزید علم حاصل کرنے کے لیے اسے پوپ کے پاس جانا پڑے گا۔ چنانچہ وہ شام کی اعلیٰ شخصیت پوپ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا:

''میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر عبادت کروں اور عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کروں۔''

پوپ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے اپنے ساتھ رکھ لیا۔

پوپ کے ساتھ رہتے ہوئے چند ہی دنوں میں سلمان جان گیا کہ یہ بدترین انسان ہے۔ لوگوں کو صدقے کا حکم دیتا ہے' لیکن غریبوں کے لیے دیا ہوا لوگوں کا مال خود ہڑپ کر لیتا ہے اور غرباء و مساکین کو کچھ نہیں دیتا' اس طرح اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر لیے تھے۔

سلمان کو اس پر بہت غصہ آیا لیکن اس ڈر سے خاموش رہا کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے' تاہم جب یہ فوت ہو گیا تو اس نے لوگوں کو اس کی حقیقت کھول کر بیان کر دی۔ سلمان کی بات پر لوگ یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے' اس لیے تمام لوگوں نے فوراً سوال کیا:

''اس بات کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟''

''میں تمہیں اس کا سارا خزانہ دکھا سکتا ہوں جو اس نے تم لوگوں سے مال جمع کر کے چھپایا ہے۔'' سلمان نے جواب دیا۔ لوگ یہ سن کر اس کے ساتھ چل پڑے۔

سلمان ان لوگوں کو لے کر خزانے کی جگہ پہنچا' زمین کھودی گئی اور جب انہوں نے سات مٹکے سونے اور چاندی کے دیکھے تو حیران رہ گئے۔ ''ایسے خائن اور دھوکے باز کو ہرگز دفن نہ کیا جائے۔'' لوگوں نے غصہ سے کہا: اور پھر اس پادری کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ لوگوں نے ایک دوسرے شخص کو پادری منتخب کرلیا۔ یہ ایک نیک اور پارسا آدمی تھا۔ سلمان نے جب دیکھا کہ یہ آدمی زاہد' آخرت کا طلبگار اور دن رات عبادت کرنے والا ہے تو اسے اس سے عقیدت ہوگئی اور وہ دن رات اس کی خدمت کرنے لگا:

کچھ عرصہ بعد یہ پادری بیمار ہوگیا اور اس کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا۔ سلمان گھبرا گیا اور ڈرتے ہوئے کہنے لگا:

''جناب! میں نے جتنی محبت آپ سے کی ہے کسی اور سے نہیں' لیکن اب آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر جارہے ہیں۔ اللہ کے لیے مجھے بتائیں میں مذہبی تعلیم کس سے حاصل کروں؟''

پادری نے سلمان کو محبت بھرے انداز میں دیکھا اور کہا:

''تم موصل چلے جانا' وہاں تمہیں ایک آدمی ملے گا جو ہمارے دین پر ہے وہ نہایت زاہد اور عابد ہے۔''

جب یہ پادری فوت ہوگیا تو سلمان نے موصل کا رخ کرلیا۔ وہاں گرجا گھر کے پادری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ''مجھے میرے استاد نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ میں دین عیسائیت کی تعلیم حاصل کرسکوں۔'' سلمان نے پادری سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اپنی ساری کہانی سنادی۔

پادری نے سلمان کی باتوں سے متاثر ہو کر اسے اپنے ساتھ رہنے کی خوشی سے اجازت دے دی۔

یہ پادری بھی زاہد اور متقی تھا۔ لوگوں پر رحم کرتا اور بے بسوں کی مدد کرتا۔ سلمان نے اس پادری کی خوب خدمت کی' تاہم جلد ہی اس کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا۔ سلمان نے پھر گھبرا کر عرض کی:

''آپ تو دنیا سے جارہے ہیں لیکن مجھے کس کے سپرد کرکے جارہے ہیں؟''

پادری نے جواب دیا:

''تم روم کے شہر عموریہ چلے جاؤ۔ وہاں نصیبین بستی میں فلاں شخص رہتا ہے' اسے میرا سلام کہنا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کردینا۔''

جب اس پادری کو دفن کردیا گیا تو سلمان عموریہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ بستی میں پہنچ کر سلمان نے اس شخص کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے سابقہ مذہبی راہنما کا سلام پیش کیا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ یہ مذہبی راہنما بھی نیک اور زاہد تھا۔ اس نے سلمان کو خوش آمدید کہا اور اس کے نیک جذبے کی تعریف کرتے ہوئے اسے اپنے پاس رہنے کی اجازت دی۔

یہاں سلمان اپنی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرنے لگا۔اللہ نے کاروبار میں برکت دی اور چند ہی مہینوں میں سلمان بہت سی گائیوں اور بکریوں کا مالک بن گیا۔

یہ عجیب اتفاق تھا کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ اس پادری کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا۔ سلمان نے جب محسوس کیا کہ اب پادری زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گا تو کہنے لگا:

استادِ محترم! میرے لئے کیا حکم ہے؟

''اللہ کی قسم! اس زمین پر کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو ہمارے دین پر چل رہا ہو البتہ عرب میں ایک نبی آنے والا ہے جو دین ابراہیمی کی دعوت دے گا' پھر اسے اس سرزمین سے نکال دیا جائے گا اور وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا جہاں سیاہ پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے' تم وہاں چلے جاؤ۔ پادری نے جواب دیا:

''لیکن میں اسے کس طرح پہچانوں گا؟'' سلمان نے بے تابی سے پوچھا:

پادری کہنے لگا:''اس کی تین نشانیاں ہوں گی' جن کی بنیاد پر تم اسے پہچان سکو گے۔

① وہ صدقہ کی چیز نہیں کھائے گا۔

② وہ ہدیہ لے گا۔

③ اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

تم وہاں اس کے پاس ضرور جاؤ'' سلمان نے یہ نصیحت پلے باندھ لی۔اب وہ اس انتظار میں رہنے لگا کہ کب کوئی قافلہ عرب کی طرف جائے تو وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہو۔

کافی عرصہ گزرنے کے بعد بنوکلب قبیلے کے عرب تاجروں کا وہاں سے گزر ہوا۔سلمان نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے جاؤ۔ میں تمہیں اپنی تمام گائیں اور بکریاں معاوضے کے طور پر دے دوں گا۔

انہوں نے یہ سودا منظور کرلیا اور سارا مال لے کر سلمان کو قافلے میں شامل کرلیا۔ یہ قافلہ چلتے چلتے وادئ القریٰ پہنچا تو قافلے والوں نے سلمان کے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے اسے غلام بنالیا اور ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کردیا۔وہ یہودی سلمان کو اپنے گھر لے آیا اور اسے مختلف کاموں پر لگا دیا۔

ایک دن بنوقریظہ (یہودی قبیلے کا نام) سے اس یہودی کا چچازاد اسے ملنے آیا' اس نے سلمان کو دیکھا تو اسے پسند آیا' لہٰذا اس نے اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب (مدینہ منورہ) لے آیا۔ یثرب میں کھجوروں

کے باغات دیکھے تو سلمان کو پادری کی نصیحت یاد آئی۔ سلمان سوچنے لگا کہ یقیناً یہی اس کی منزل ہے۔

سلمان دن بھر اپنے کام میں مصروف رہتا اور اس وقت کا انتظار کرتا جب آخری نبی اس علاقہ میں ہجرت کر کے پہنچے گا۔ انھی دنوں رسول معظم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آچکے تھے اور ہر طرف آپ ﷺ کی باتیں ہو رہی تھیں۔

ایک دن سلمان کھجور کی چوٹی پر بیٹھا کام کر رہا تھا کہ اس کے مالک کا چچازاد بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے جونہی وہ قریب پہنچا تو سانس لیے بغیر کہنے لگا:

''اللہ بنو اوس وخزرج کو تباہ کرے' وہ آج قباء میں ایک ایسے شخص کا استقبال کرنے جا رہے ہیں جو مکہ سے ہجرت کر کے آرہا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔''

سلمان نے یہ الفاظ سنے تو دل کی کیفیت بدل گئی اور بے خودی کے عالم میں کھجور سے نیچے اترا اور بے تابی سے اپنے مالک سے پوچھنے لگا:

''کیا خبر ہے' کیا ہوا؟''

سلمان کے منہ سے یہ سوال سن کر یہودی کو غصہ آ گیا۔ اس نے سلمان کو دو تین طمانچے رسید کیے اور کہنے لگا: چل تو اپنا کام کر' تجھے اس سے کیا واسطہ؟! لیکن سلمان اب یہ خبر سن چکا تھا۔ بھلا اب اپنے آپ پر قابو کیسے پا سکتا تھا۔ برسوں سے اسے جس چیز کی تلاش تھی' آج اس تک پہنچنے کا وقت آچکا تھا۔

جونہی شام ہوئی سلمان نے کھجوروں کا تھیلا اپنی بغل میں دبایا اور مالک کی نظروں سے بچ کر سرکار دو عالم' سلطان مدینہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا پہنچا۔

آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ سلمان نے جاتے ہی عرض کی:

''آپ ایک صالح اور خدا ترس انسان ہیں اور آپ کے ہمراہ کچھ مسافر بھی ہیں' میرے پاس صدقہ کی کھجوریں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پوری بستی میں آپ سے زیادہ کوئی حق دار نہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے وہ کھجوریں لیں اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے: یہ کھجوریں تم کھالو۔ سلمان نے دل میں سوچا کہ ایک نشانی تو پوری ہوگئی۔ دوسرے دن پھر سلمان حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں اور کہا کہ ''چونکہ کل آپ ﷺ نے صدقہ کی کھجوریں نہیں کھائیں' لہٰذا میں یہ کھجوروں کا تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے وہ کھجوریں سلمان سے لے کر خود بھی کھائیں اور ساتھیوں کو بھی دیں۔

یوں دوسری نشانی بھی پوری ہوگئی۔

اب مہر نبوت کی تیسری نشانی باقی تھی۔تیسری دفعہ پھر سلمان خدمت میں حاضر ہوا' آپ ﷺ اس وقت جنت البقیع میں موجود تھے۔سلمان آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور دائیں بائیں سے کوششیں کرنے لگا کہ مہر نبوت دیکھ سکے۔

رسول کریم ﷺ نے یہ کیفیت دیکھی تو سمجھ گئے کہ سلمان کیا چاہتا ہے۔آپ نے اپنی چادر مبارک کندھے سے ہٹادی۔سلمان نے مہر نبوت دیکھی تو بے ساختہ اسے چومنے لگا اور ساتھ ہی زاروقطار رونے لگا:

رسول اکرم ﷺ نے سلمان کو تھپکی دی اور پیار سے کہا:

''کیابات ہے'روتے کیوں ہو؟''

سلمان نے اپنی پوری داستان سنادی کہ کس طرح وہ مختلف جگہوں پر ہوتے ہوئے کھجوروں کی سرزمین تک پہنچااور یوں اپنی حقیقی منزل یعنی آپ کو پالیا۔یہ سلمان جوسفر کرتے مختلف لوگوں کے ہاتھوں بکتے بکاتے یثرب پہنچے تھے۔بعد میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔آپ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے اوراپنی منزل تک پہنچ گئے۔ان شاء اللہ

☆......☆......☆

ایمان افروز کہانی: ۲

روشنی

وہ دونوں گہرے دوست تھے اور چچازاد بھی۔ایک کا نام تھا سعد بن معاذ اور دوسرے کا نام تھا اسید بن حضیر۔سعد بن معاذ اور اسید آج کل بہت پریشان تھے' کیونکہ ان کی بستی میں ایک اجنبی آدمی لوگوں کو مختلف قسم کی باتیں بتاتا تھا'اس طرح وہ انہیں باپ دادا کے دین سے ہٹا کر ایک نئے دین کی طرف دعوت دے رہا تھا۔بہت سے لوگ اس اجنبی نوجوان کی شیریں گفتگو اور سچی باتوں سے متاثر ہوکر اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس کا دین قبول کر چکے تھے۔اس نوجوان کا نام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ مصعب کے ساتھ ہوتے تھے'جس کی وجہ سے سعد انہیں کچھ نہ کہتے۔ایک دن سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قبیلۂ اوس کے خاندان بنوظفر کے ایک باغ میں اللہ کی توحید بیان کرنے کے لیے گئے کہ سعد بن معاذ کو پتا چل گیا۔سعد بن معاذ نے اپنے دوست کو بلایا اور غصے سے کہا:

اسید! یہ دونوں مصعب اور اسعد ہمارے گھروں میں آکر ہی ہمارے لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں ان کی وجہ سے لوگ ایک نیا دین قبول کر رہے ہیں۔اگر معاملہ اسعد رضی اللہ عنہ کا نہ ہوتا تو میں خود اسے سنبھال لیتا لیکن وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔اس لئے تم جاؤ اور ان دونوں کو وہاں سے نکال دو اور سختی سے کہہ دو کہ وہ ہمارے قبیلے اوس کے محلوں کا رخ نہ کیا کریں۔''

اسید پہلے ہی اس صورت حال پر تنگ تھے جو مدینہ میں مصعب رضی اللہ عنہ کے آنے پر پیدا ہوگئی تھی۔ تاہم وہ سعد کی اسعد کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے بول نہیں سکتے تھے۔اب تو خود سعد ان سے کہہ رہے تھے۔وہ فوراً تیار ہوئے' پنا برچھا اٹھایا اور اس باغ کی طرف چل پڑے'جہاں مصعب رضی اللہ عنہ تبلیغ کر رہے تھے۔

اسعد رضی اللہ عنہ نے دور سے اسید کو آتے دیکھا تو مصعب رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے:

''یہ اپنے قبیلے کے ممتاز سردار ہیں۔اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو پورا اوس قبیلہ مسلمان ہوسکتا ہے۔''اتنے میں اسید بھی پہنچ گئے اور غضب ناک انداز میں انہیں گھورنے لگے۔تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد

سخت غصے کے لہجے میں بولے:

''تم ہمارے لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔ خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکل جاؤ اور آئندہ ان محلوں کا رخ نہ کرنا۔''

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بہت ہی تحمل مزاجی کے ساتھ اسید کے غضب ناک لہجے میں ڈوبی گفتگو سنی اور نہایت میٹھے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگے:

''محترم بھائی! آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری بات سن لیں' اگر آپ کو پسند آئے تو قبول کر لیجئے گا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم یہ کام نہیں کریں گے۔''

بات معقول تھی لہٰذا اسید کہنے لگے: ''ہاں! بات تو انصاف کی ہے۔''

یہ کہا اور برچھی زمین پر گاڑ کر بیٹھ گئے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی خوبصورت اور دل نشیں آواز میں اللہ کی توحید بیان کی۔ اسلامی تعلیمات کا مختصر خلاصہ پیش کیا اور میٹھے انداز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی۔

اسید پاس بیٹھے مصعب رضی اللہ عنہ کی بات سن رہے تھے اور جوں جوں مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے جاتے ان کے چہرے کا رنگ بھی کھلتا جا رہا تھا۔ ایک نور تھا جو ان کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ جب وہ پوری بات سن چکے تو بے ساختہ پکار اٹھے:

''یہ کیسا حسین اور عمدہ کلام ہے! میں بھی اس دین کو اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے بتاؤ اس دین میں داخل ہونے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟''

مصعب رضی اللہ عنہ نے اسید کی کیفیت بدلی دیکھی تو اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا:

''غسل کر کے اپنے جسم کو پاک کر لیں' پھر پاک کپڑے پہن لیں' کلمۂ توحید پڑھ لیں اور دو رکعت نماز ادا کر لیں۔'' اسید رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے' غسل کیا' کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے اسعد رضی اللہ عنہ سمیت تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اسید رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: ''ایک شخص اور ہے اگر وہ اسلام قبول کر لے تو سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اسید رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے

اور سیدھے سعد بن معاذ کی طرف چل پڑے۔ سعد بن معاذ نے اسید رضی اللہ عنہ کو دور سے آتے دیکھا تو کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! یہ وہ چہرہ نہیں جو اسید رضی اللہ عنہ یہاں سے لے کر گئے تھے۔''

پھر ان سے پوچھنے لگے: ''جس کام کے لیے آپ گئے تھے' اس کا کیا کر کے آئے ہو؟''

اسید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں ان دونوں سے بات کر کے آیا ہوں اور مجھے ان میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی۔ میں نے انہیں نئے دین کی تبلیغ سے روکا اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ چاہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں گے۔''

پھر اسید رضی اللہ عنہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

''میں نے سنا ہے بنی حارثہ اسید رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے چلے ہیں' اس لئے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے' وہ تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔''

سعد یہ سنتے ہی جلال میں آ گئے' جھپٹ کر اپنا نیزہ اٹھایا اور اسعد کی طرف دوڑ اٹھے' تا کہ بنی حارثہ سے پہلے اپنے بھائی کے پاس پہنچ سکیں۔ لیکن جب وہاں پہنچے تو دیکھا اسید رضی اللہ عنہ اور مصعب رضی اللہ عنہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ سمجھ گئے کہ بنی حارثہ کا واقعہ محض اس لئے بنایا تھا کہ میں ان کی بات سن لوں۔ انہیں یوں اطمینان سے بیٹھا دیکھ کر گرج کر بولے:

''ابوامامہ (اسعد کی کنیت)! اگر تم میرے رشتے دار نہ ہوتے تو یہ اجنبی شخص (مصعب رضی اللہ عنہ) میرے ہاتھ سے بچ کر نہ جاتا۔ کیا تم ہمارے گھروں پر ایسی چیز مسلط کرنا چاہتے ہو جو ہمیں سخت ناپسند ہے؟''

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نہایت میٹھے لہجے میں کہنے لگے:

''آپ اطمینان سے تشریف رکھیں' ہماری بات سنیں' اگر پسند آئے تو مان لیں ورنہ بے شک اسے چھوڑ دیں۔''

بات میں اثر تھا' اس لئے سعد اپنا نیزہ زمین پر گاڑنے کے بعد کہنے لگے:

''ہاں! بات تو تمہاری ٹھیک ہے' چلو سناؤ اپنی بات!''

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات پیش کیں' رب کا کلام قرآن سنایا۔

اِدھر تلاوت جاری تھی اُدھر سعد کا چہرہ بدلتا جا رہا تھا' ایک روشنی تھی جو چہرے پر پھیل رہی تھی۔ اللہ رب العزت نے ان کے سینے کو ایمان کی روشنی سے منور کردیا کہ جس کا اثر چہرے پر بھی چمک رہا تھا۔ مصعب رضی اللہ عنہ اور اسید رضی اللہ عنہ چہرے سے ہی اندازہ لگا چکے تھے کہ سعد رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا بدل چکی ہے اور اس دل میں اب ایمان گھر کر چکا ہے۔

مصعب رضی اللہ عنہ نے بات ختم کی تو سعد کہنے لگے:

''حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟''

انہیں بھی وہی جواب دیا گیا جو اسید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نہا دھو کر اور نئے کپڑے پہن کر آئے' کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا نیزہ اٹھایا اور اپنے قبیلے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ قبیلے والے منتظر تھے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس اجنبی کو مدینے سے باہر نکال کر آتے ہی ہوں گے' جو لوگوں کو کسی نئے دین کی دعوت دیتا ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے آتے ہی قبیلے والوں کو مخاطب کر کے کہا:

''اے بنو عبدالاشھل! تم لوگوں کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟''

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

''آپ ہمارے سردار ہیں' ہم سے صلۂ رحمی کرنے والے ہیں' سب سے زیادہ عقل وبصیرت رکھنے والے ہیں۔''

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور تم سب کے ساتھ اس وقت تک بات چیت نہیں کروں گا جب تک تم تمام اسلام قبول نہ کرلو۔''

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا اعلان کرنا تھا کہ لوگ مسلمان ہونے لگے اور شام تک ایک فرد (عمرو بن ثابت جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) کے سوا کوئی فرد ایسا نہ بچا جس نے اسلام قبول نہ کرلیا ہو۔ ایمان کی روشنی اوس کے گھروں اور محلوں تک پھیل گئی۔ گھروں میں سجے بت توڑ دیے گئے اور ہر گھر میں صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہونے لگی۔

ایمان افروز کہانی :۳

سچا رب

آج اس کا وہ شہر جہاں اس نے بچپن گزارا' جوانی کے دن گزارے' دشمن کے قبضے میں آچکا تھا۔اس کے قتل کا اعلان بھی کیا جاچکا تھا۔اگر وہ شہر سے فرار نہ ہوتا تو یقیناً اسے قتل کردیا جاتا۔ چنانچہ اس نے ہمسایہ ملک میں پناہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔اس کا ذہن ماضی کی طرف چلا گیا۔کبھی اس کے باپ کا شمار شہر کے سرداروں میں ہوتا تھا۔اسی کے مشورے سے فیصلے ہوا کرتے تھے۔دنیا بھر سے حج کے لئے آنے والوں کو ستو گھول کر پلانے اور شربت سے تواضع کرنے کی وجہ سے اسے ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

اس کا باپ اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص سے شدید نفرت کرتا تھا۔وہ شخص صادق اور امین تھا' لیکن اس کے باپ کا کہنا تھا کہ اس کی وجہ سے ہمارے باپ دادا کا دین مٹتا جارہا ہے۔ہمارے خداؤں کی تحقیر ہورہی ہے۔چنانچہ قریش کے ان سرداروں نے مختلف طرح کے ظلم وستم کے ذریعے اس شخص اور اس کے ماننے والوں کو شہر سے نکلنے پر مجبور کردیا۔پھر اس کی آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا جب اس کا باپ اپنے اسی دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہوئے بے بسی کی حالت میں مارا گیا۔حیران کن بات یہ تھی کہ اسے قتل کرنے والا کوئی عظیم اور بہادر شہ سوار نہیں بلکہ بہت ہی چھوٹی عمر کے دو بچے تھے۔اس کی آنکھوں کے سامنے ان بچوں نے برق رفتاری سے حملہ آور ہوکر اس کے باپ کو قتل کردیا۔اس جنگ میں شکست کھانے کے بعد انہیں میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔حتیٰ کہ وہ اپنے باپ کی لاش سمیت تمام سرداروں کی لاشوں کو میدان میں ہی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔اس کے بعد اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکتی رہی۔وہ ہر روز اپنے ہتھیاروں کی طرف دیکھتا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہتا:

''وہ وقت کب آئے گا جب میں اپنے باپ کی موت کا انتقام لوں گا؟!!''

بدلے کی اسی آگ میں جلتا ہوا وہ اپنے سردار کے پاس پہنچا اور اسے بزدلی کا طعنہ دیتے ہوئے کہنے لگا:

''آخر کیا بات ہے' ہم حملے کے لیے لشکر لے کر کیوں نہیں نکلتے' کیا ہماری تلواریں زنگ آلود ہوگئی ہیں؟ کیا ہمارے جوانوں کے بازوؤں میں طاقت نہیں رہی؟''

سردار نے پوچھا:

''بتاؤ تم لشکر تیار کرنے کے لئے کیا سامان دو گے؟''

اس کے دل میں تو انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ کہنے لگا: ''اپنا تجارت کا سارا مال میں لشکر کے لئے دیتا ہوں۔'' سردار نے اعلان کروادیا' جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ ہر آدمی اپنے اپنے ہتھیاروں کو تیز کرنے لگا:

آخر وہ دن آ پہنچا' لشکر تیار ہو کر میدان جنگ کی طرف نکلا۔اس نے بھی اپنا گھوڑا تیار کیا۔ تیر کو زہر آلود کیا اور تلوار اپنے بدن پر سجا کر نکلا۔

دوسری طرف سے بھی لشکر نکلا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے' اسے یقین تھا کہ کئی مہینوں کی تیاری کے بعد ان کا لشکر فتح حاصل کرلے گا۔ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی ۔تلواریں' تیر اور دوسرے جنگی سامان سے ان کا لشکر لیس تھا' جبکہ دوسری طرف کمزور اور نہتے جن کے پاس جنگ کا سامان بھی مکمل نہیں تھا' لہٰذا آج وہ اپنے باپ کا انتقام ضرور لے سکے گا۔

جنگ شروع ہوئی تو سامنے والے لشکر نے بھرپور حملہ کیا۔قریب تھا کہ ان کی فوج شکست کھا جاتی لیکن دشمن کے ایک دستے سے غلطی ہوگئی اور جنگ میں غلطی کا فائدہ مخالف لشکر کو ہی ملتا ہے۔لہٰذا کمانڈر خالد بن ولید (اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے ساتھ مل کر ایک بھرپور حملہ کیا گیا۔ اس دفعہ مخالف دشمن کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔لیکن اس کے باوجود بھی وہ جنگ جیت نہ سکے' لہٰذا انہیں میدان جنگ سے پھر دوبارہ واپس آنا پڑا۔ اس کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوسکی۔

دن گزرتے گئے' جنگیں بھی ہوئیں' لیکن وہ اپنی شکست کا بدلہ نہ لے سکے اور آج دشمن نے حیران کن کامیابی حاصل کرلی اور اس کا لشکر ان کے گھروں تک پہنچ چکا تھا' اس کے شہر کا محاصرہ کیا جا چکا تھا اور دور دور تک دشمن کی فوج نظر آرہی تھی۔

شہر کے ایک معزز شخص کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو معافی مل چکی تھی لیکن اس کے جرم اس قدر زیادہ تھے کہ لشکر کے سپہ سالار کی طرف سے اعلان کردیا گیا تھا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے مقدس پردوں کو بھی پکڑ لے تو بھی قتل کردیا جائے ۔اب فرار کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔جان بچانے کی فکر میں اس نے اپنی بیوی کی بھی

پروانہیں کی۔لیکن اس کے ذہن میں سوال اٹھ رہے تھے...... اب پیچھے اس کی بیوی کیا کرے گی؟ کیا وہ اپنے شہر واپس آئے گا؟ یہی سوچتے ہوئے وہ چلتا چلتا سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ اسے یہ بھی پتانہیں تھا کہ وہ کہاں جائے گا۔اس کے اس سفر کی منزل کون سی ہوگی ۔کشتی میں بیٹھتے ہی اس نے اپنے معبوذلات ومنات کو پکارااور کشتی چل پڑی۔ابھی تھوڑا ہی راستہ طے ہوا تھا کہ طوفان نے آ گھیرا اور کشتی ایک خطرناک بھنور میں پھنس گئی۔ ہرطرف سے چیخ وپکار شروع ہوگئی...... لوگ اپنے اپنے خودساختہ خداؤں کو پکارنے لگے۔اس نے بھی جلدی جلدی اپنے خداؤں لات' منات اورعزیٰ کو پکارنا شروع کردیا۔لیکن طوفان بڑھتا ہی جارہاتھا کہ ملاح نے آواز دی:

''اے پردیسی! کیاتم نہیں جانتے کہ ایسی حالت میں یہ رب کچھ نہیں کرسکتے۔''

''تو پھر کون سارب ہے جو ہماری فریاد سنے گا؟''

اس نے حیران ہوکرملاح سے پوچھا:

وہی جومحمد ﷺ کارب ہے۔ملاح نے جواب دیا۔

ملاح کا جواب سن کروہ سوچ میں پڑگیا۔ اسی کی وجہ سے تووہ سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔اگراس خطرناک طوفان میں لات' منات اورعزیٰ کی بجائے محمد ﷺ کارب ہی اس کی پکارکوسنتاہے اورانہیں خطرناک طوفان سے بچاتاہے تو پھروہی سچارب ہوسکتا ہے۔اس کے دل میں ایک روشنی پیداہوئی۔ اگرلات' منات اورعزّیٰ مشکل میں اس کی مددنہیں کرسکتے تو پھروہ سچے رب نہیں ہوسکتے۔اس نے واپس آجانے کا فیصلہ کرلیا۔

اللہ کی رحمت سے طوفان تھم گیا۔وہ فوراً واپس پہنچا۔جونہی ساحل پر اترا تو دور سے اسے اپنی بیوی آتی ہوئی دکھائی دی۔اس کے چہرے پرخوشی کے آثار تھے' آتے ہی اس نے کہا:

عکرمہ! محمدرسول اللہ ﷺ نے تمہیں معاف کردیاہے اورمیں نے اسلام قبول کرلیاہے۔

کیامیری بھی غلطیاں معاف ہوسکتی ہیں؟ میں تواسلام کومٹانے کے لئے ہرحربہ آزماتارہا اور محمد ﷺ کونقصان پہنچانے کے لئے لشکر تیارکرتارہا۔کیا وہ سب کچھ معاف ہوجائے گا!!؟

عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حیران ہوکرپوچھا۔

ہاں! وہ سب معاف کردیا گیاہے۔یہی نہیں بلکہ تمہیں محمد ﷺ نے پناہ بھی دے دی ہے۔اس کی بیوی نے جواب دیا۔

عکرمہ کے دل میں پیدا ہونے والی روشنی اب ایمان کے نور میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے فوراً کہا:

''مجھے اس رحم دل نبی ﷺ کے پاس لے چلو!''

عکرمہ کی بیوی اسے لے کر اس عظیم محسن محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔ اپنے جاں نثاروں کے گرد یہ عظیم سپہ سالار جس کے چہرے پر غرور وفخر کی بجائے ہلکی سی مسکراہٹ تھی یوں بیٹھا تھا جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ہو۔

عکرمہ کو یوں آتے دیکھ کر اس کے جاں نثاروں نے فوراً تلواریں نکال لیں کہ کہیں یہ رسول اللہ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عکرمہ کو آنے دو! یہ اسلام قبول کرنے کے لیے آ رہا ہے۔

یہ عکرمہ رضی اللہ عنہ تھے جو اسلام کے بدترین دشمن قریش کے سردار ابوجہل کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے کفر چھوڑ کر اسلام کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھر لیا اور پھر آقائے دوجہاں کے صحابی بن گئے۔

☆......☆......☆

ایمان افروز کہانی: ۴

امانت

سفر کرتے کرتے سیاہ فام نوجوان بری طرح تھک چکا تھا۔اس کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ مسلسل سفر کی وجہ سے اس کے گھنگریالے سیاہ بالوں اور بوسیدہ کپڑوں پر مٹی کی تہہ جم چکی تھی۔ پیاس کی شدت سے اس کے موٹے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ وہ بار بار اپنی زبان ہونٹوں پر پھیرتا لیکن سخت گرمی کی وجہ سے وہ بھی خشک ہو چکی تھی۔ اس نے سرسبز و شاداب وادی کے چاروں طرف اپنی نظریں دوڑائیں کہ شاید کہیں کوئی پانی کا چشمہ مل جائے۔ سفر کی تھکان نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ایسی حالت میں وہ مزید سفر نہیں کرسکتا تھا۔نوجوان نے آسمان کی طرف ایسے دیکھا جیسے اپنے رب سے التجا کر رہا ہو:

اے میرے رب! مجھے یوں پیاسا نہ مارنا!

اسے اپنے رب پر یقین بھی تھا' اس لئے وہ مایوس نہیں تھا۔ اس نے اپنی نظریں نیچے کیں اور پھر ایک دفعہ چاروں طرف پانی کی تلاش میں نظر دوڑائی۔اچانک اس کی نظر ایک جھاڑی پر پڑی' جہاں پانی کا ایک مشکیزہ کسی نے چھپایا ہوا تھا۔اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

''یا اللہ! تیرا شکر ہے' یا اللہ! تیرا شکر ہے۔''

اور فوراً اس مشکیزے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ وہ فوراً اس مشکیزے کو کھول کر اپنے ہونٹوں کی پیا بجھانا چاہتا تھا۔اس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن مشکیزے کا مالک نظر نہ آیا۔ ویران جگہ پیاس کی شدت اور تک کوئی موجود بھی نہیں' پھر کیوں نہ اپنی پیاس بجھائی جائے! یہ سوچتے ہی اس نے مشکیزے کو منہ سے شش کی لیکن اچانک اس نے اپنا منہ پیچھے کر لیا۔نہیں' نہیں! جب تک اس مشکیزے کے مالک سے اجازت نہیں لے لیتا میں یہ پانی نہیں پی سکتا۔اس نے اپنے آپ سے کہا۔

قریب ہی جھاڑی میں اس مشکیزے کا مالک اس سیاہ فام نوجوان کو دیکھ رہا تھا' اس کا نام حنظل تھا' جو اپنا

مشکیزہ ایک طرف رکھ کر ایک بڑی جھاڑی کے نیچے اونگھ رہا تھا کہ قدموں کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس سیاہ فام کو دیکھ کر اس نے سوچا کیا یہ چور ہے اور میرا مشکیزہ چرانا چاہتا ہے؟

یہ سوچتے ہی وہ فوراً دبے قدموں سے اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا کہ اچانک اسے اس سیاہ فام کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: میں یہ پانی اس وقت تک نہیں پی سکتا جب تک اس کا مالک مجھے اجازت نہ دے دے۔

حنظل اسی جھاڑی میں چھپ گیا' وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ نوجوان اب کیا کرتا ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ صرف پانی پینا چاہتا ہے تو پھر پی کیوں نہیں لیتا؟ آخر وہ مشکیزے کے مالک کا انتظار کیوں کر رہا ہے! اس سے اجازت کیوں لینا چاہتا ہے!؟؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس سیاہ فام کی پھر آواز سنائی دی:

اے میرے مالک! میں کیا کروں؟

سیاہ فام نے یہ کہتے ہوئے مشکیزہ واپس رکھ دیا۔ حنظل بھی ایک حبشی تھا۔ موٹے ہونٹ' بھدہ چہرہ' بڑے بڑے پیر اور سیاہ رنگ' کچھ بھی خوبصورت نہیں تھا اور پھر وہ تھا بھی ایک غلام۔ لیکن اس کا دل سیاہ نہیں تھا۔ وہ اپنی نسل کے نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ آخر وہ پانی کیوں نہیں پی لیتا؟ پیاس کی شدت سے اس کی زبان اور ہونٹ خشک ہو چکے تھے' قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا' پھر بھی وہ نوجوان مشکیزے کی طرف ہاتھ بڑھاتا لیکن رک جاتا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی ان دیکھی طاقت اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہو۔ وہ ایسا بار بار کرتا لیکن اس نے پانی نہ پیا۔ حنظل کا دل چاہا کہ وہ سامنے آکر اسے پانی پینے کی اجازت دے لیکن وہ رک گیا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ نوجوان کیا کرتا ہے؟

اجنبی نوجوان نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا:

''اے میرے اللہ! تو گواہ ہے میں نے خیانت نہیں کی' کیونکہ تیرے بھیجے ہوئے رسول نے ہمیں خیانت سے منع کیا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ نوجوان مشکیزہ وہیں چھوڑ کر آگے کی طرف چل پڑا۔ حنظل یکدم چونکا...... نوجوان آگے بڑھ رہا تھا لیکن اس کے قدم کمزوری و نقاہت کی وجہ سے اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور پھر لڑکھڑا کر گر پڑا' اب وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

حنظل فوراً جھاڑی کے پیچھے سے نکلا اور مشکیزہ لے کر اس نوجوان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سیاہ فام نوجوان کے منہ پر چھینٹے مارے۔ نوجوان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ حنظل اسے کھینچ کر ایک بڑی جھاڑی کے سائے میں لے آیا۔ حنظل نے کھجور نکال کر اس نوجوان کو دی جس نے حنظل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے منہ میں رکھ لیا۔ کھجور کھاتے ہی نوجوان میں اتنی طاقت آ گئی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

حنظل جو اس کے بارے میں جاننے کے لئے بے تاب تھا' فوراً بول اٹھا:

تم کون ہو؟

میں ایک قریشی کا غلام ہوں جو مکہ میں رہتا ہے۔ نوجوان نے ایک اور کھجور اپنے منہ میں رکھتے ہوئے کہا:

پھر تم یہاں تک کیسے پہنچے اور کہاں کا ارادہ ہے؟

حنظل نے حیران ہو کر پوچھا۔

یہ ایک لمبی داستان ہے' میرا آقا مجھ پر ظلم ڈھاتا تھا' مجھ پر تشدد کرتا تھا' اس کے مظالم سے تنگ آ کر میں بھاگ آیا اور میرا مالک میری تلاش میں ہے' اس سے چھپتا چھپاتا یہاں تک پہنچا ہوں۔ اس نے نڈھال لہجے میں جواب دیا۔

اب کہاں جاؤ گے؟ حنظل نے پوچھا:

مدینہ جانا چاہتا ہوں۔ نوجوان نے مسکرا کر جواب دیا۔

حنظل اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ سونا چاہتا ہو۔ حنظل خاموش ہو گیا۔ اچانک اجنبی اٹھ کھڑا ہوا۔

اچھا دوست! چلتا ہوں' ابھی بہت سفر باقی ہے۔

نوجوان نے حنظل سے مخاطب ہو کر کہا:

اس سے پہلے کہ وہ روانہ ہوتا حنظل نے جلدی سے کہا: میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں!

ہاں! پوچھو۔ نوجوان نے خندہ پیشانی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

تم پیاس کی شدت سے تڑپ رہے تھے' مشکیزہ تمہارے سامنے تھا لیکن پھر بھی تم نے پانی کیوں نہیں

پیا؟اس نے پوچھا:

اجنبی تھوڑا سا مسکرایا اور حنظل کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:

میں نے مشکیزے کے مالک سے اجازت نہیں لی تھی اور اس کی اجازت کے بغیر پانی پینا خیانت تھی، جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

لیکن اس دور میں کیا یہ ممکن ہے؟حنظل ابھی تک حیران تھا۔

تم صحیح کہتے ہو، پہلے ہم بھی اسی معاشرے میں رہتے تھے جہاں چوری، زنا، شراب، جوا، خیانت اور ہر قسم کی برائی عام تھی، لیکن پھر ہماری قسمت چمک اٹھی! اللہ نے ایک ایسا رسول اور نبی ہماری طرف بھیجا جس نے ہمیں ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور تمام برائیوں سے منع کر دیا۔ وہ سچائی اور امانت کا حکم دیتا ہے، میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور اس نے ہمیں امانت میں خیانت کرنے سے منع کیا ہے......! اجنبی نوجوان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

حنظل حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا، اسے یہ سب باتیں عجیب محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ اللہ کے آخری نبی ہیں، ان پر آسمانوں سے اللہ کا کلام اترتا ہے، اس نے ہمیں بتوں کے آگے جھکنے سے منع کر دیا اور آپس میں پیار محبت سے رہنا سکھایا ہے۔ اس کے دین پر چلنے والے تمام انسان برابر ہیں، کسی کو حسب نسب کی وجہ سے برتری حاصل نہیں بلکہ جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے وہی اللہ کے زیادہ نزدیک ہے۔ اس نے ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے لینا ہم پر حرام کر دیا گیا ہے اور اب میں انھی کے پاس جا رہا ہوں۔

نوجوان مزید بھی کچھ بتانا چاہ رہا تھا کہ اس دوران خیبر کے قلعہ کا دروازہ کھلا اور چند مسلح یہودی باہر نکلے، جنہیں دیکھتے ہی نوجوان نے ایک نالے میں یہ کہتے ہوئے چھلانگ لگا دی کہ ''اگر قسمت نے موقع دیا تو پھر ملیں گے دوست!!''

ایسے ہی دن گزرتے گئے لیکن حنظل کے دل و دماغ پر نئے نبی کی تعلیمات نے اپنا اثر جما لیا تھا۔ اس کے دل میں اس نبی کو دیکھنے اور اسے ملنے کی تڑپ پیدا ہو گئی، جو روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ حنظل روزانہ کسی نہ کسی جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھ جاتا اور اس نوجوان کی باتوں کے متعلق غور و فکر کرتا۔ محبت، پیار اور ایک

دوسرے کی عزت کرنے کی دعوت دینے والا نبی یقیناً سچا ہوگا۔حنظل نے اپنے یہودی آقا کے متعلق سوچنا شروع کردیا' میں نے کئی سال اپنے آقا کی خدمت کی لیکن وہ پھر بھی مجھ سے خوش نہیں' مجھے پھر بھی نفرت سے بلایا جاتا ہے۔ بات بات پر وہ گالیاں دیتا اور میرا نام تک بگاڑ کر لیتا ہے۔ اسے خیال آیا کہ آخر وہ کیوں نہ محمد (ﷺ) کے پاس چلا جائے۔میں ضرور جاؤں گا...... میں ضرور جاؤں گا۔اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

حنظل نے بکریوں کے ریوڑ کو قلعہ کی طرف ہانکنا شروع کردیا۔ ابھی وہ قلعہ کے دروازے سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ اسے یہودیوں کا دستہ نظر آیا جو اسلحے سے لیس تھا۔اس کے قریب سے گزرے تو اس نے پوچھا:

''کدھر کا ارادہ ہے؟''

ہمیں ایسے شخص سے لڑنا ہے جو اپنے آپ کو ''نبی'' کہتا ہے۔جس کی وجہ سے نبوت کا تاج بنی اسرائیل سے چھن گیا۔ یہ کہہ کر مسلح یہودی نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور آگے بڑھ گیا۔

کیا یہ اس نوجوان کے آقا سے لڑنے جارہے ہیں؟ کیا محمد ﷺ کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟ حنظل نے دل ہی دل میں سوچا۔کیا یہ کامیاب ہوجائیں گے......نہیں نہیں! اگر محمد ﷺ سچا نبی ہے تو یہ کبھی بھی اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔حنظل نے بڑبڑاتے ہوئے یہودیوں کے دستے کی طرف دیکھا جو اب بہت دور جاچکا تھا۔

حنظل اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب وہ اس نبی محمد ﷺ سے مل سکے گا۔یوں کافی عرصہ گزر گیا' ایک رات قلعے میں اعلان ہوا کہ محمد ﷺ کی فوج قلعہ کے سامنے مورچہ بند ہوگئی ہے۔اس اعلان سے قلعے میں بھگدڑ مچ گئی' ہرطرف افراتفری کا ماحول تھا۔ ہرکوئی پریشان تھا' کچھ یہودی جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگئے' کچھ اپنے بچاؤ کی فکر کرنے لگے' بہت سے عبادت میں مصروف ہوگئے۔ بہرحال ہرکوئی پریشان تھا اور اپنے بچاؤ کی تدبیروں میں مصروف تھا' لیکن حنظل ایک ایسا شخص تھا جو دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا' کیسی خوش قسمتی ہے کہ جس کے پاس وہ خود جانا چاہ رہا تھا وہ اپنی فوج کے ساتھ قلعے کے باہر موجود ہے۔اس کی منزل چند قدم کے فاصلے پر تھی' اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔رات حنظل نے

بڑی بے چینی سے بسر کی۔ صبح ہوئی تو حنظل فوراً اٹھا' لاٹھی ہاتھ میں پکڑی اور بکریوں کو ہانکتا ہوا قلعے سے باہر لے آیا۔ اس نے قلعے کے چاروں طرف دیکھا جہاں کسی قسم کی آمدورفت نہیں تھی۔ گلیاں سنسان تھیں' بازار بند تھے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر چکے تھے' ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔

قلعے سے باہر نکل کر حنظل نے بکریوں کا رخ اس طرف موڑ دیا جس طرف محمد (ﷺ) کی فوج کا پڑاؤ تھا۔ حنظل دل ہی دل میں اس نوجوان کا شکر گزار ہو رہا تھا جس نے اسے سیدھی راہ دکھانے میں مدد کی۔ اچانک اس کے ذہن میں نوجوان کے وہ الفاظ گونجنے لگے:

''اے اللہ! تو گواہ ہے' میں نے خیانت نہیں کی' کیونکہ تیرے بھیجے ہوئے رسول ﷺ نے ہمیں خیانت سے منع کیا ہے۔''

اس نے فوراً اپنی بکریوں کی طرف دیکھا' یہ بھی تو خیانت ہے! میں اپنے مالک کی بکریاں اس کی اجازت کے بغیر لے کر جا رہا ہوں۔ محمد ﷺ نے تو اس سے منع کیا ہے۔ مجھے واپس چلے جانا چاہیے اور یہ بکریاں اپنے مالک کو واپس کرنا ہوں گی۔ اس سے پہلے کہ واپس مڑتا اس کے ذہن میں اچانک خیال آیا کیوں نہ اس نبی کا امتحان لیا جائے۔ اگر وہ سچا ہے تو یقیناً یہ بکریاں واپس کر دے گا اور اگر اس نے واپس نہ کیں تو یہودی اپنے دعوؤں میں سچے ہوں گے۔ یہ سوچ کر حنظل پھر لشکر کی طرف چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ لشکر کے چاروں طرف محمد ﷺ کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ اس نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ اچانک ایک تیز اور گونج دار آواز سنائی دی:

رک جاؤ! کون ہو تم؟ اور کہاں جانا چاہتے ہو؟ حنظل نے دائیں طرف گردن گھمائی تو اسے دور سے ایک سیاہ فام سپاہی آتا دکھائی دیا' جس کے نیزے کا رخ حنظل کی طرف تھا۔

''میرا نام حنظل ہے اور میں محمد سے ملنا چاہتا ہوں۔''

حنظل نے بھی زوردار آواز سے کہا۔ اس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ اب وہ سپاہی قریب آ چکا تھا' اس نے حنظل کی طرف غور سے دیکھا۔ حنظل بھی اس سپاہی کو پہچان چکا تھا۔ سپاہی نے فوراً نیزہ زمین پر پھینکا اور حنظل نے بھی اپنی بانہیں پھیلا دیں۔

''تم یہاں......''! یہ کہتے ہوئے دونوں بغل گیر ہوگئے۔ یہ وہی سیاہ فام نوجوان تھا جس سے حنظل کی پہلے ملاقات ہو چکی تھی۔

وہ اسے لے کر محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔حنظل نے محمد ﷺ کے چہرہ نبوت کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا لیکن سامنے روشن چہرے پر موجود چمک کی تاب نہ لاتے ہوئے فوراً نظریں نیچے کرلیں' ایسا باوقار چہرہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔حنظل نے دل ہی دل میں کہا۔

آؤ! بیٹھ جاؤ......محمد ﷺ نے شفقت سے حنظل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ان کے لہجے میں کمال کی نرمی تھی۔ حنظل نے زندگی بھر آج تک اس سے میٹھی آواز نہیں سنی تھی۔ بہت سے سوال اس کے ذہن میں تڑپ رہے تھے لیکن اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔آخر اس نے ہمت جمع کی اور محض اتنا پوچھ سکا:

''آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟''

محمد ﷺ نے نہایت نرمی سے اس کے سوال کا جواب دینا شروع کیا:

''اللہ ایک ہے جس نے ہمیں پیدا کیا' اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہمیں ایک باپ سے پیدا کیا گیا اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں' ہم میں سے بہتر وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔''

حنظل کا دل میٹھی میٹھی باتیں سن کر جھوم اٹھا' اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہی سچا نبی ہے۔اس کی دعوت سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے۔

اگر میں آپ کا پیغام قبول کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟

''اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جنت تیار کی ہے جہاں وہ عیش و عشرت سے رہیں گے اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

محمد ﷺ نے پھر جواب دیا:

''میرے پاس یہ بکریاں ہیں جو میں اپنے مالک کی اجازت کے بغیر لے آیا ہوں۔''

حنظل نے سوالیہ لہجے میں آپ ﷺ سے پوچھا:

''انہیں قلعہ کی طرف روانہ کردو' اللہ رب العزت انہیں اس کے مالک کے پاس پہنچا دے گا۔''

آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حنظل یہ جواب سن کر فرطِ مسرت سے پکار اٹھا:

آپ ﷺ ہی سچے نبی ہیں' میں آپ پر ابھی اسی وقت ایمان لاتا ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

حنظل کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔رات ہو چکی تھی' تمام لوگ آرام کر رہے تھے لیکن حنظل کے ذہن میں بار بار یہ الفاظ گونج رہے تھے:

جنت! جنت! جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے تیار کی ہوئی ہے' جس کی وسعتیں زمین و آسمان کے برابر ہیں۔

صبح ہوئی تو مسلمانوں اور یہودیوں کے لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔سیاہ فام حنظل جو یہودیوں کے لئے ایک غلام تھا مسلمانوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر لڑ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے ان لوگوں کے درمیان رہ رہا ہو۔ جو سیاہ فام بدصورت جسم کی وجہ سے اس سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنا بھائی سمجھتے تھے۔ جنگ ختم ہوئی تو اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی' یہودی شکست کھا چکے تھے۔ مسلمان شہداء کی لاشوں کو اکٹھا کر رہے تھے اور زخمیوں کو مرہم پٹی کی جا رہی تھی۔

محمد رسول اللہ ﷺ لاشوں کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے اس حبشی کی لاش کو پہچان لیا جس نے رات ہی اسلام قبول کیا تھا۔حنظل کا سارا جسم خون میں لت پت تھا۔آپ ﷺ نے اسے دیکھا اور کہا:

''اس نے بہت تھوڑا عمل کیا اور بہت زیادہ اجر پا گیا۔میں اس کے سرہانے کے قریب دو خوبصورت آنکھوں والی حوروں کو دیکھ رہا ہوں' حالانکہ اس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔''

حنظل اسلام قبول کرتے ہی میدان جہاد میں آ گیا تھا' جہاں وہ اللہ کے دشمنوں سے لڑتا ہوا جامِ شہادت نوش کر کے جنتوں کا وارث بن گیا!!۔

☆......☆......☆

ایمان افروز کہانی: ۵

انوکھی حکمت عملی

مدینہ کے یہودی حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔ ان کی تعلیمات کے مطابق اسی بستی میں اللہ کے آخری نبی کا ظہور ہونا تھا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ آخری نبی انھی میں سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مدینہ کے دیگر قبائل کو آخری نبی کی دھمکی دے کر مرعوب کر لیتے، لیکن یہودیوں کی بدقسمتی کہ اللہ رب العالمین نے مکہ کے قریش خاندان میں آخری نبی کو پیدا کیا۔ قریش کی اکثریت نے اللہ کے آخری اور سچے رسول ﷺ کی نہ صرف دعوت ٹھکرا دی بلکہ اس نبی اور اس پر ایمان لانے والے ساتھیوں کو بدترین ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی دوران مدینہ سے تعلق رکھنے والے چند افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ جب قریش کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو اللہ نے اپنے نبی کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ یہودیوں کو مدینہ میں تورات کا پیروکار ہونے کی وجہ سے بلند مقام حاصل ہوا کرتا تھا۔

مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے:

① بنو قینقاع۔ ② بنو قریظہ۔ ③ بنو نضیر

یہودی عرب قوم کو انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مدینہ میں یہودی دولت کمانے کے ماہر تھے۔ غلے، کھجور، شراب، کپڑے کی تجارت کے علاوہ سودی کاروبار میں بے تحاشا دولت کماتے تھے۔ مدینہ کے قبائل اوس اور خزرج یہودیوں سے قرض لیتے تھے جس کی وجہ سے وہ یہودیوں سے ہمیشہ مرعوب رہا کرتے تھے۔ فتنہ باز یہودی ہمیشہ اپنی شرارتوں اور سازشوں سے ان دونوں قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر لڑا دیا کرتے تھے۔ جب کسی قبیلے کے پاس پیسہ کم ہوتا تو فوراً اپنا مال حاضر کر دیتے۔ یوں وہ سود کے ذریعے دونوں قبائل پر اپنا رعب برقرار رکھتے۔

آپ ﷺ کے آنے سے ان کی سرداری ختم ہوگئی۔اس کے علاوہ یہ بات اچھی طرح جان چکے تھے کہ آپ ﷺ ہی اللہ کے آخری اور سچے نبی ہیں' تاہم حسد کی وجہ سے وہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ کے خلاف سازشیں تیار کیا کرتے ۔ اسی دوران مسلمانوں کا قریش کے ساتھ معرکہ بدر ہوا۔ یہودی خوش تھے کہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کا صفایا ہوجائے گا لیکن اللہ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی جس سے یہودیوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

اگلے سال پھر یہودیوں نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا لیکن احد کے میدان میں مسلمان نقصان اٹھانے کے باوجود میدانِ جنگ میں کامیاب رہے۔ اب یہودیوں کو فکر لاحق ہوگئی کہ قریش کے بعد ان کے خاتمے کا وقت آ گیا' لہٰذا انہوں نے آخری معرکہ لڑنے کے لئے تیاری شروع کردی۔

اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد یہودیوں نے آپ ﷺ سے امن معاہدہ کیا تھا' تاہم وہ اپنی شرانگیزیوں اور فساد بھڑکانے سے باز نہ آئے۔ بنوقینقاع کے بازار میں ایک عرب عورت کو چھیڑنے پر جھگڑا شروع ہوا جس پر رسول اللہ ﷺ نے بنوقینقاع کو مدینے سے نکال دیا۔اس کے بعد بنونضیر نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی لیکن اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو یہودیوں کے اس ناپاک منصوبے سے آگاہ کردیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کے علاقے کا محاصرہ کرلیا' تاہم مسلمانوں کی طاقت کے آگے بنونضیر ہمت ہار گئے اور انہیں بھی جلاوطن کردیا گیا۔اب مدینہ میں صرف بنوقریظہ موجود تھے۔ مدینہ سے جلاوطن کیے جانے کے باوجود یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی سازشیں جاری رکھیں۔بنونضیر قبیلے سے تعلق رکھنے والے بیس یہودی سردار مکہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار کرنے لگے۔اسی سلسلے میں یہودیوں نے یقین دلایا کہ وہ قریش کے شانہ بشانہ لڑیں گے۔قریش کے سرداروں نے سوچا کہ مسلمانوں سے حساب چکانے کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہوسکتا ہے! لہٰذا انہوں نے بھی رضامندی ظاہر کردی۔ یہاں سے فارغ ہوکر یہودی مکہ کے آس پاس موجود کفار کے بنوغطفان اور دیگر قبائل کو جنگ کے لئے تیار کرلیا۔ان قبائل نے اپنے تمام جنگجو جوانوں کو جمع کیا اور 10 ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو بھی اطلاع ہوچکی تھی کہ مکہ کی فوج مدینہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے تمام ساتھیوں سے مشورہ لیا

اورسیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوکے پیٹ خندق کھودنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی ان کے ساتھ مل کر خندق کھودنے میں شریک رہے، آپ ﷺ مہاجرین وانصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے اوران کی لگن دیکھ کرفرمانے لگے:

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْاٰخِرَۃِ

فَاغْفِرْ لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

پس تو مہاجرین اورانصار کو بخش دے۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے لیے ایسے دعائیہ کلمات سن کر مہاجر وانصار بے اختیار پکار اٹھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الجهاد مابقینا ابدا

''ہم نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔''

مکہ کالشکر پوری قوت کے ساتھ مدینہ پرحملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین خوش تھے اور مسلمانوں کو طعنے دینے لگے: کہاں ہے تمہارا اللہ؟ کہاں ہیں جنت کی بشارتیں؟ تمہارے نبی کے وعدے کیا ہوئے؟

کفار کی فوج آگے بڑھی تو ان کے راستے میں خندق حائل تھی، کفار نے مجبوراً خندق کی دوسری جانب ہی ٹھہرنے کا فیصلہ کیا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔

مسلمانوں پر سخت آزمائش کا وقت تھا۔ ایک طرف دشمن کالشکر مقابلے کے لئے تیار کھڑا تھا جو اسلحہ اور دیگر سازوسامان سے لیس تھا۔ جبکہ مسلمانوں کی جماعت تعداد میں بہت کم، اسلحہ نہ ہونے کے برابر اور کھانے کے لئے سامان موجودنہیں تھا۔ کفار کالشکر بپھرا ہوا تھا، کئی شہسوار خندق کے اردگرد چکر کاٹ رہے تھے کہ کسی طرح خندق عبور کرکے مسلمانوں پرحملہ آور ہوسکیں۔ ایک تنگ سی جگہ دیکھ کر عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن عبدود اور ضرار بن خطاب کی قیادت میں ایک جگہ سے خندق پار کرلی۔ دوسری طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ مقابلے کے لئے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان دشمنوں کوناکوں چنے چبوادیے۔ عمرو بن عبدود کو آپ نے سخت

مقابلے کے بعد قتل کر دیا جبکہ عکرمہ اور اس کے ساتھی بدحواسی میں واپس بھاگ گئے۔

اس موقع پر یہودی قبیلے بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب بنوقریظہ کے پاس آیا اور ان کے سردار کعب بن اسد کے دروازے پر دستک دی پہلے تو کعب بن اسد نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا لیکن پھر حیی بن اخطب کے اصرار پر کھول دیا اور سوال کیا کیوں آئے ہو؟

میں قریش کی فوجوں کو ساتھ لایا ہوں۔ وہ مدینہ کا محاصرہ کر چکے ہیں' ان سے میں وعدہ لے چکا ہوں 'وہ مسلمانوں کا خاتمہ کیے بغیر یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ حیی بن اخطب نے پرجوش لہجے میں مخاطب ہو کر کہا:

میں نے دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ ناکام رہے' ذلت تمہارا مقدر ہے' مجھے اس جنگ سے دور رکھو۔ محمد ﷺ صادق اور امین ہیں' میں ان سے معاہدہ کر چکا ہوں' مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دھوکہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ صدق و وفا کا پیکر ہیں۔

کعب نے درشت لہجے میں جواب دیا:

مگر حیی آج ارادہ کر کے آیا تھا' چنانچہ اس نے کعب کو طرح طرح کے لالچ اور سبز باغ دکھا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دے اور مدینہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر دے۔ کعب نے اس سے عہد لے لیا کہ اگر قریش ناکام واپس چلے گئے تو وہ بھی اس کے ساتھ قلعے میں داخل ہو جائے گا' پھر دونوں کا ایک ساتھ ہی انجام ہوگا۔

یوں کعب نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور قریش کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گیا۔ مسلمان چاروں طرف سے گھر چکے تھے۔ مدینہ سے باہر قریش کی فوج اور مدینہ کے اندر بدترین دشمن یہودی اور منافق' لیکن مشکل کی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدد کی اور ایک ایسا واقعہ رونما ہو گیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا دعویٰ کرنے والے ذلت آمیز شکست کھا کر واپس بھاگ گئے۔

نعیم کا تعلق بنوغطفان قبیلے سے تھا' مال و اسباب کی فراوانی نے نعیم کی طبیعت کو شوقین مزاج بنا دیا تھا' گانا سننے کا شیدائی اور رقص دیکھنے کا دلدادہ تھا۔ نعیم اگرچہ ایک جرأت مند' بہادر اور فہم و فراست کا مالک تھا' تاہم عیش و عشرت اور رنگین مزاجی نے اس کی خوبیوں کو چھپا رکھا تھا۔ گانا سننے کے شوق میں اکثر مدینہ

جانا‘اس کا مشغلہ تھا‘جہاں بے تحاشا دولت لٹاتا‘اسی دوران مدینہ کے یہودیوں سے اس کے گہرے تعلقات قائم ہوگئے۔ بنوقریظہ کے سرداروں کے ساتھ تواس کا خاص یارانہ تھا۔ ایک ہی محفل میں بیٹھ کر گانا سنتے اور پیسے لٹاتے تھے۔ مکہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کا اعلان کیا تو نعیم تک بھی دعوت پہنچ گئی ‘لیکن عیش وعشرت نے عقل پر پردہ ڈالا ہوا تھا۔ معلوم تھا کہ اگر یہ دین قبول کرلیا تو ناچ‘ گانے کی رنگین محفلیں چھوڑنا ہوں گی‘بس یہی سوچ کر اسلام قبول کرنے سے ہچکچاتا رہا۔ جب قریش کا لشکر نکلا تو بنوغطفان قبیلہ بھی عیز بن حفص کی قیادت میں روانہ ہوا اورنعیم بھی اس لشکر میں شامل تھا۔

خندق کی وجہ سے کفار کے لشکر مدینہ داخل تو نہ ہوسکے‘ تاہم انہوں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ نعیم بن مسعود اپنے بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ میں آخر کیوں ان لوگوں کے ساتھ مل کر حق کو مٹانے کے لئے کھڑا ہوا۔ محمد ﷺ کی دعوت سچی ہے‘وہ صادق وامین ہیں تو کیا محض اپنی عیش وعشرت جاری رکھنے کے لئے مجھے ایک ایسے شخص کے خلاف لڑنا چاہیے؟نہیں نہیں ہرگز نہیں! نعیم کے ضمیر نے آواز دی۔ رات ہی رات نعیم نے فیصلہ کرلیا ۔ اللہ نے آپ کے سینے میں ہدایت کی روشنی پیدا کردی‘ آپ چپکے سے اٹھے اوررسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

اے اللہ کے رسول! میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ خوش آمدید! خوش آمدید! اے بنوغطفان کے بہادر جوان! آپ ﷺ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اے اللہ کے نبی! میرے ایمان لانے کا علم سوائے آپ ﷺ کے کسی اورکو نہیں ہے۔ حکم کریں میں آپ ﷺ کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مؤدبانہ انداز سے عرض کی۔

اے نعیم! تم جانتے ہو جنگ ایک دھوکہ ہے‘تم اکیلے کچھ نہیں کرسکتے‘ لیکن تم کفار کے اس لشکر میں پھوٹ ڈال سکتے ہو‘رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حکم سن کر فوراً واپس پہنچے‘ چونکہ یہودیوں کے ساتھ آپ کا گہرا تعلق تھا‘ لہٰذا آپ اگلے دن بنوقریظہ کے پاس پہنچے اورانہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے:

’’بنوقریظہ! تم جانتے ہو کہ میں تمہارا کس قدر خیرخواہ ہوں۔

ہاں! یقیناً ہم آپ کو جانتے ہیں‘سب نے جواب دیا۔

دیکھو! قریش اور بنوغطفان اس محاصرے سے تنگ آ چکے ہیں' ان کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہونے والا ہے' لہٰذا ان کا ارادہ بھی بدل چکا ہے اور وہ اس جنگ سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہیں لیکن تمہارا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ تمہارے گھربار' اولاد اور مال سب کچھ یہاں ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو تم پھنس جاؤ گے' نعیم رضی اللہ عنہ نے تفصیل سے کہا۔

یہودیوں نے یہ بات سنی تو سوچ میں پڑ گئے اور کہنے لگے: بات تو تمہاری صحیح ہے لیکن ان حالات میں اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم تو محمد سے معاہدہ بھی توڑ چکے ہیں' کیا تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟

ہاں! کیوں نہیں۔ میرے پاس اس مسئلے کا حل موجود ہے۔ نعیم نے فوراً جواب دیا۔

اے نعیم! ہمیں بتاؤ اب کس طرح ہم اس صورتحال سے نکل سکتے ہیں؟ کیونکہ قریش پر تو اعتماد نہیں کیا جا سکتا' یہودیوں نے کہا۔

اگر تم لڑائی سے پہلے قریش اور بنوغطفان سے چند آدمی ضمانت کے طور پر مانگ لو تو پھر وہ تمہارا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ تو بہت عمدہ تجویز ہے' اے نعیم! تم نے واقعی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہودیوں نے خوش ہوتے ہوئے کہا:

یہاں سے فارغ ہو کر نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ واپس قریش اور بنوغطفان کے سرداروں کے پاس پہنچے اور انہیں اکٹھا کر کے کہنے لگے:

اے سرداران قریش! آپ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں سے کس قدر محبت کرتا ہوں لیکن میرے یہودیوں سے بھی گہرے مراسم ہیں' مجھے ایک ایسی خبر ملی ہے جس نے مجھے انتہائی پریشان کر دیا ہے۔

سالارِ قریش ابوسفیان نے کہا: اے نعیم! ہم تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ بتاؤ ایسی کیا خبر ہے؟

بات دراصل یہ ہے کہ بنوقریظہ محمد سے معاہدہ توڑنے پر شرمندہ ہیں اور وہ ان سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تمہارے قبیلے کے کچھ آدمی لے کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں تا کہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ اس طرح مسلمان ان سے راضی ہو جائیں گے' اسی لئے اگر وہ تم سے کچھ افراد کا مطالبہ کریں تو ہرگز اس کو تسلیم نہ کرنا' نعیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''یہ تو انتہائی پریشان کن خبر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: تم فکر نہ کرو' ہم کبھی بھی اپنے افراد ان کے حوالے نہیں کریں گے۔

اگلے دن جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات ابوسفیان نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ حالات خراب ہو رہے ہیں' ہمارا راشن بھی ختم ہونے کو ہے' اس لئے کل فیصلہ کن حملہ کیا جائے! باہر سے ہم حملہ کرتے ہیں' اندر سے تم حملہ کرو۔

یہودیوں نے حملے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کل ہفتے کا دن ہے' اس دن ہمارے بڑوں نے خلاف ورزی کی تھی تو اللہ نے ان کو خنزیر اور بندر بنا دیا تھا' اس لئے ہم نہیں لڑ سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے پیغام بھیجا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہیں کچھ آدمی ہمارے پاس ضمانت کے طور پر بھیجنے ہوں گے۔

یہودیوں کا یہ پیغام سن کر ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا۔ یوں اللہ نے ان دونوں کے دلوں میں پھوٹ ڈال دی۔ دوسری طرف اللہ رب العزت نے جبرئیل علیہ السلام کو آندھی اور طوفان کے ساتھ بھیجا۔ طوفان کی شدت اور بنوقریظہ کی عہد شکنی نے کفارِ مکہ کو بدحواس کر دیا۔ طوفان تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا جس کی بنا پر دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے ۔ برتن الٹ گئے' جانور بھی بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ تیز ہوا کی وجہ سے پتھر اڑ کر مشرکین مکہ پر پڑ رہے تھے۔ جنہیں وہ ڈھال سے روکنے کی کوشش کر رہے تھے' ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔

ابوسفیان نے جب حالات کو یوں بگڑتے دیکھا تو اپنی قوم سے کہنے لگا:

اے گروہِ قریش! ہمارا قیام یہاں طویل ہو گیا ہے۔ ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنوقریظہ نے بھی ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے' اب بہتری اسی میں ہے کہ ہم واپس لوٹ چلیں۔ یہ کہہ کر وہ اونٹ کی طرف آیا اور گھبراہٹ میں اس کی رسی کھولے بغیر اس پر سوار ہو گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے دیکھا تو کہنے لگا: اے ابوسفیان! تم تو سردار ہو' اپنی قوم کو کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو؟

یہ سن کر ابوسفیان شرمندہ ہوا اور اونٹ سے اتر کر اعلان کیا کہ تمام لوگ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل چلیں۔ یوں اہل قریش نے ہلکا پھلکا سامان اٹھایا اور بددل ہو کر چل دیے۔ سیدنا نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بہترین حکمت عملی نے کفار کے لشکروں میں پھوٹ ڈال دی۔

ایمان افروز کہانی:٦

مدینے کا قیدی

بے باک اور نڈر' بارعب چہرہ لیکن تکبر سے بھرا ہوا' جاہلیت کا غرور اس کے چہرے پر نمایاں تھا۔ اپنی قوم میں ہر دلعزیز ایسا سردار جس کا حکم ماننا قبیلے والے اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اس بارعب سردار کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب بنوحنیفہ کے قبائل آباد تھے جس کی ایک شاخ یمامہ تھی ۔ اسی قبیلے کے سردار ثمامہ بن اثال تھے۔ انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ تاہم اسے ایسی اطلاعات سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ وہ اپنی سرداری میں ہی خوش تھا۔ اسے اتنی فرصت ہی نہیں کہ ایسی خبروں کی تصدیق کے لیے کوششیں کرے۔ لیکن ایک دن ایسا آیا کہ اس نے اپنی سرگرمیوں کا محور اس شخص کو بنا لیا۔ سردار ثمامہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آ کر اطلاع دی مدینہ سے ایک ایلچی آیا ہے جو آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ ثمامہ نے اسے بلانے کا حکم دیا۔ ایلچی حاضر ہوا تو ثمامہ نے پوچھا: کیا چاہتے ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

میں مدینہ سے آیا ہوں۔ آپ کے لیے سلامتی کا پیغام ہے۔ محمد ﷺ کی نبوت کو مان لو۔ ایلچی نے مؤدبانہ انداز سے کہا اور مہر نبوت والا رقعہ آپ کی طرف بڑھا دیا۔ ثمامہ نے وہ رقعہ ہاتھ سے لے لیا اور بڑے تحقیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور پڑھے بغیر واپس کر دیا۔

جاؤ چلے جاؤ ہمارے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ ثمامہ نے غرور بھرے لہجے میں ایلچی کو مخاطب کیا۔

ایلچی نے کچھ کہنا چاہا تو ایک بار پھر ثمامہ نے اسے ڈانٹ دیا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ یہاں سے چلے جاؤ اگر تم ایلچی نہ ہوتے تو میں قتل کرا دیتا۔ اب بہتری اس میں ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ ثمامہ نے نہایت تکبر سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ایلچی واپس چلا گیا لیکن ثمامہ نے فیصلہ کرلیا کہ ایسے دین کو وہ مٹا ڈالے گا جس نے قریش میں پھوٹ ڈالی۔ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا۔ اگر محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے تو دین خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔ ثمامہ کے دل میں خیال آیا۔ چنانچہ ثمامہ نے اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو اکٹھا کیا تا کہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کو ختم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے۔

ثمامہ نے ایک لشکر تیار کرلیا اور انہیں حکم دیا کہ اگر محمد ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہیں نظر آئیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

ثمامہ ہر روز اپنی تلوار تیز کرتا اور اس موقع کی تلاش میں گھر سے نکلتا کہ کسی طرح محمد ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ ایک روز گھر سے نکلا تو اسے ایک جگہ موقع مل گیا کہ وہ پیچھے سے وار کر کے آپ ﷺ کو شہید کر دیتا لیکن عین موقع پر ثمامہ کے چچا نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ یوں ثمامہ کا یہ موقع ضائع ہو گیا۔ ثمامہ کے چچا نے سختی سے اسے محمد ﷺ کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے سے منع کر دیا' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ کے جاں نثار ساتھی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ ثمامہ اب محمد ﷺ کے ساتھیوں کے خلاف منصوبے بنانے لگا۔ ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ محمد ﷺ کے چند ساتھی ثمامہ کے گھیرے میں آ گئے۔ ثمامہ نے نہایت بے دردی سے انہیں شہید کر دیا۔ محمد ﷺ تک یہ المناک خبر پہنچی تو آپ ﷺ غمزدہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ سے بہت پیار تھا۔ اسی روز نبی مکرم ﷺ نے اعلان کر دیا:

''ثمامہ جہاں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔''

اسلام میں قتل کا بدلہ قصاص ہے یعنی جس نے قتل کیا اسے بھی قتل کیا جائے گا۔

اس واقعہ کو کافی عرصہ ہو گیا۔ ایک روز ثمامہ کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے اور عمرہ ادا کیا جائے۔ ثمامہ نے اپنی سواری تیار کی اور طواف کعبہ کے لیے گھر سے روانہ ہو گیا۔

ان دنوں مدینہ کے حالات کافی خراب تھے۔ آئے روز دشمن کے حملے کا خطرہ موجود تھا۔ خدشہ تھا کہ اسلام کا دشمن رات کی تاریکی میں مدینہ کے گرد و نواح میں حملہ کر کے وہاں کے لوگوں' ان کے جانوروں اور فصلوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ چنانچہ رسول معظم ﷺ نے مجاہدین کے ایک دستے کو مدینہ کی سرحد پر نگرانی کے لیے متعین کیا ہوا تھا تا کہ اگر دشمن کسی ناپاک ارادے سے مدینہ کی طرف آئے تو اس کا منہ توڑ جواب

دیا جا سکے۔ یہ دستہ گشت کر رہا تھا کہ اسے ایک سوار نظر آیا جو مشکوک حالت میں مدینہ کی سرحد کے قریب سے گزر رہا تھا۔ مجاہدین نے اپنی سواریاں دوڑائیں اور اس کا گھیراؤ کر لیا۔ سوار کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے قیدی بنا کر مسجد نبوی ﷺ میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تا کہ صبح ہونے پر مجاہدین کے سالار محمد مصطفیٰ ﷺ جب نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد تشریف لائیں تو اس کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔

مسجد نبوی سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ آقائے کائنات محمد رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ مصلّی امامت پر کھڑے ہوئے۔ اقامت کہی گئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں درست کیں اور نہایت دلکش آواز میں ''اللہ اکبر'' کہا۔ قیدی مسجد کے ستون سے بندھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مسحور کن آواز میں اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کی۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ قیدی کے دل میں اتر رہا تھا۔ پھر اس نے عجیب منظر دیکھا محمد ﷺ نے رکوع کیا۔ صحابہ بھی رکوع میں چلے گئے۔ محمد ﷺ نے سجدہ کیا۔ صحابہ نے بھی سجدہ کیا۔ عبادت کا یہ طریقہ اس سے پہلے قیدی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے لیے حیران کن بات یہ تھی کہ یہ کیسا بادشاہ ہے لوگ اس کے حکم کی تعمیل بھی کر رہے ہیں لیکن یہ انہیں اپنے آگے جھکانے کی بجائے خود بھی کسی اور ہستی کے آگے جھک رہا تھا اور ان کو بھی اسی ذات کے آگے جھکنے کی تلقین کر رہا تھا۔ اس کا انداز عجیب تھا۔ نماز ختم ہوئی۔ آپ ﷺ کو قیدی کے متعلق خبر دی گئی۔ آپ ﷺ نہایت وقار اور متانت سے چلتے ہوئے قیدی کے پاس پہنچے۔ آپ نے مجاہدین کے دستے کو مخاطب کیا: کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟

مجاہدین نے اسلام نے جواب دیا:

نہیں اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ یمامہ قبیلے کا سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس کے لیے کھانے کا بندوبست کرو اور میری اونٹنی کا دودھ پلایا جائے۔

ثمامہ اپنے ماضی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ایک کر کے تمام واقعات آ رہے تھے۔ کیسے اس نے نبی مکرم ﷺ کے خط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے ایلچی سے کس طرح برا سلوک

کیااور سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایااور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کو شہید کیا۔اب میرا مستقبل کیا ہوگا۔یقیناً قتل کی سزا۔ہوسکتا ہے دن چڑھتے ہی مجھے اسی مسجد میں یا کسی اونچی جگہ لے جا کر قتل کردیاجائے گا۔میری سرداری اور بادشاہت کادور ختم ہوجائے گا۔میری زندگی کا سورج غروب ہوجائے گا۔

اتنی دیر میں کھانا آچکا تھا۔ نبی مکرم ﷺ کی اونٹنی کا دودھ بھی ایک پیالے میں ڈال کر ثمامہ کے سامنے رکھا گیا۔آپ ﷺ نے نہایت شفقت بھرے انداز میں کہا:

''ثمامہ کھانا کھاؤ۔''

ثمامہ نے کھانا کھایا تو آپ ﷺ نے پھر شفقت بھرے انداز میں اسلام کی خوبیوں اور کفرو شرک کی غلاظتوں کے متعلق درس دیا۔ آپ ﷺ کا انداز دلنشین تھا۔ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے پھول کھل رہے ہوں۔ آپ نے گفتگو ختم کی اور ثمامہ سے پوچھا:

ثمامہ!اب کیارائے ہے؟

ثمامہ ابھی تک حیرت کے سمندر میں غوطے لگا رہا تھا' اسے اپنی موت کا یقین تھا۔ کہنے لگا:

''میں نے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شہید کیا ہے۔اگر آپ قتل کریں گے تو ایک مجرم کو قتل کریں گے۔ اگر آپ مجھ پر احسان فرمائیں گے تو میں احسان فراموش نہیں' اس کی قدر کروں گا اور اگر خون کا معاوضہ طلب کریں گے تو قبیلے کا سردار ہوں مال و دولت کے ڈھیر لگادوں گا۔''

آپ ﷺ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ثمامہ اسی طرح مسجد نبوی میں قید رہا۔ دو دن گزر گئے ۔اس دوران ثمامہ دیکھتا رہا۔کس طرح امیر وغریب ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے۔ رسول اکرم ﷺ کا اخلاق کس قدر عظیم تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اشارۂ ابرو پر جان چھڑکتے تھے۔ سارے لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔آپ اپنے ساتھیوں سے نہایت شفقت کے ساتھ پیش آتے۔نہ آپ میں سرداروں والا رعب تھا' نہ بادشاہوں والا غصہ۔شفقت' مہربانی اور محبت آپ کا خاصہ تھی۔ثمامہ سوچتا کیا ایسا شخص مجھے معاف کردے گا؟میں نے اس کے ساتھیوں کو بے دردی سے شہید کردیا۔ اس کے دین کو مٹانے کے لیے کئی کوششیں

کیں ۔کیا میری یہ غلطیاں معاف ہو جائیں گی یا مجھے قتل کر دیا جائے گا؟ وہ دن رات یہی سوچتا۔

تیسرے دن پھر محمد کریم ﷺ ثمامہ کے پاس آئے ۔آپ ﷺ نے اسی محبت اور شفقت بھرے انداز میں ثمامہ سے پوچھا:

''ثمامہ کیا کہتے ہو؟''

ثمامہ ایک سردار تھا' ابھی تک اکڑ نہیں گئی تھی ۔ابھی بھی اپنے آپ کو سردار سمجھ رہا تھا۔تنی ہوئی گردن اور تکبرانہ انداز میں بولا:

''میرا جواب اب بھی وہی ہے۔اگر قتل کریں گے تو میں ایک مجرم ہوں۔اگر احسان کریں گے تو میں احسان کی قدر کروں گا۔اگر مال و دولت چاہتے ہو تو ڈھیر لگا دوں گا۔''

رسول اللہ ﷺ مسکرائے ۔آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا: ثمامہ کو آزاد کر دو۔

سعادت مند صحابہ نے حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیئے ۔ثمامہ کی رسیاں کھول دی گئیں۔

''اب تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

ثمامہ مسجد نبوی سے باہر نکلا ۔اس کا سامان جوں کا توں پڑا تھا۔اس نے اپنی اونٹنی پر سامان رکھا اور اس پر سوار ہو گیا۔ وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے ایک الوداعی نظر مسجد نبوی پر ڈالی۔ یہاں وہ تین دن قید رہا۔لیکن اس کے ساتھ سلوک قیدیوں جیسا نہیں بلکہ سرداروں جیسا کیا گیا ۔مسجد نبوی میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود بھوکے ہوتے لیکن اسے اچھا اور بہترین کھانا ملتا۔اس کی اونٹنی چل پڑی ۔ثمامہ کے ذہن میں مسجد نبوی میں گزارے ہوئے تین دنوں کی یادیں تازہ ہو رہی تھیں۔ وہ اپنی زندگی پر غور کر رہا تھا' وہ بادشاہ تھا۔دولت اس کے گھر کی باندی تھی' لوگ اس کا حکم مانتے تھے لیکن ایسی عقیدت جو صحابہ کو اپنے نبی سے تھی' اس نے کسی بادشاہ کے لیے نہیں دیکھی۔ وہ ایسا بادشاہ جس کا اخلاق سب سے اعلیٰ' جس کا رہن سہن دنیا سے انوکھا' جس کا کردار بے داغ' جس کی محبت بے لوث' جس کا اٹھنا بیٹھنا دنیا سے نرالا اور اس کے ساتھی وہ بھی دنیا کی اعلیٰ مخلوق۔ محبت' پیار' ایثار' قربانی ایک ایک خوبی کا مرکب ۔محمد ﷺ انہیں تعلیم دیتا تو وہ یوں بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔اتنی توجہ کہ سانس کے چلنے اور دل کے

دھڑکنے کی آواز سنائی دے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مسجد نبوی ایک عبادت گاہ ہے یا جیل خانہ۔ مدرسہ ہے یا بادشاہ کا محل۔ اسی میں محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو جمع کرتا اور پھر انہیں اپنے آگے جھکانے کی بجائے خود بھی ایک اللہ کے آگے سر جھکاتا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حکم دیتا۔ اس مسجد کے فرش پر بیٹھ کر وہ انہیں تعلیم دیتا۔ اخلاقیات کا درس، جینے کا طریقہ سکھاتا، رہن سہن، لین دین، معیشت معاشرت سب کچھ سکھایا جاتا۔ پھر اسی مسجد میں بیٹھ کر مدینہ کا سارا نظام چلایا جاتا اور اسی مسجد میں ثمامہ بھی قید رہا۔

ثمامہ کی اونٹنی چلتی جا رہی تھی جبکہ ثمامہ اپنے خیالوں میں گم تھا۔ اب وہ جائے تو کہاں جائے؟ کیا عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہو جائے یا پھر واپس اپنے علاقے میں چلا جائے۔ یہ سوچتے سوچتے اس نے یکدم اپنی اونٹنی کا رخ میدان بقیع کی طرف موڑ دیا۔ یہ ایک نخلستان تھا، جہاں کھجوروں کے درخت تھے اور قریب ہی پانی کا کنواں تھا۔ ثمامہ اونٹنی سے اترا اور اچھی طرح غسل کیا اور واپس مسجد نبوی پہنچا۔ مسجد نبوی میں آ کر ثمامہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بلند آواز سے پکار اٹھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ کہہ کر ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! آج سے پہلے مجھے کائنات میں بدترین چہرہ آپ ﷺ کا لگتا تھا لیکن اب پوری کائنات میں میرے لیے آپ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس سے قبل مجھے آپ ﷺ کا شہر سب سے بدترین لگتا تھا۔ اب آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ پیاری جگہ میرے لیے دنیا میں کوئی نہیں۔''

آپ ﷺ مسکرانے لگے:

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے درد بھرے لہجے میں کہا:

اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! میں نے اسلام کو مٹانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا۔ اب میرے یہ گناہ کیسے معاف ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ! غم نہ کرو۔ اسلام سے پہلے جتنے گناہ ہوئے ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد تمام معاف ہو جاتے ہیں۔ ثمامہ یہ سن کر خوشی سے جھوم اٹھے اور پرعزم لہجے میں کہنے لگے: میں نے جتنے

صحابہ ؓ کا خون بہایا ہے' اس سے کہیں زیادہ کافروں کا خون بہاؤں گا اور مرتے دم تک میری جان او رمال اسلام کے لیے وقف ہوگی۔

اس کے بعد ثمامہ نے عرض کی:

میں گھر سے عمرہ کے لیے نکلا تھا۔ اگر اجازت ہو تو عمرہ کر آؤں یا پھر واپس چلا جاؤں۔

آپ ﷺ نے انہیں عمرے کی اجازت دے دی۔

ثمامہ مکہ پہنچے اور بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے لگے۔

لبيك اللهم لبيك 'لبيك لاشريك لك لبيك' ان الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك

قریش نے یہ الفاظ سنے تو غصے سے اپنی تلواریں لے کر باہر نکلے' تاکہ اس شخص کو قتل کریں جو مسلمانوں کی طرح کلمات پڑھ رہا ہے۔

وہ باہر نکلے تو ثمامہ ؓ بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ لوگ انہیں شہید کر دیتے لیکن ان کے سرداروں نے کہا: کیا غضب کرتے ہو یہ تو سردار ثمامہ ہے۔ اگر تم نے اسے نقصان پہنچایا تو اس کے قبیلے والے لوگ تمہارا اناج بند کر دیں گے۔''

لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ سرداروں نے کہا:

ثمامہ تم بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر بے دین ہو گئے !!؟

نہیں میں نے سچا دین ''اسلام'' قبول کرلیا ہے۔ یہ سب سے عمدہ ہے۔ ثمامہ نے جواب دیا۔

☆......☆......☆

ایمان افروز کہانی: ۷

جھوٹا خدا

قبیلہ بنوسلمہ کا سردار عمرو بن جموع اپنے ''خدا'' (بت) کے سامنے مؤدبانہ انداز میں بیٹھا اس کی تعریف بیان کرر ہا تھا۔

اس بت کا نام ''منات'' تھا۔عرب معاشرے میں یہ رواج تھا کہ ہر قبیلے کا اپنا علیحدہ بت ہوتا تھا جس کی وہ پوجا کرتے۔اسی طرح قبیلے کے سردار کا بھی اپنا بت ہوتا تھا۔

عمرو بن جموع اپنی سخاوت اور بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ مدینے میں اس کی قدر کی جاتی تھی اوراس کا شمار سخی سرداروں میں ہوتا تھا۔عمرو بن جموع گزشتہ کئی سالوں سے منات کی پوجا کرر ہا تھا' اسی پر چڑھاوے چڑھاتا' اس کے نام پر جانور قربان کرتا لیکن اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتا کہ ایک بے جان بت جسے اس نے خود بنایا ہے' اس کی دعا کیسے قبول کرسکتا ہے اوراس کی مشکلیں کیسے دور کرسکتا ہے۔ منات کے پیچھے عمرو بن جموع ایک بوڑھی عورت کو کھڑی کرتا تھا' اس کا ایمان تھا کہ منات اس بوڑھی کو حکم دیتا ہے اور وہ وہی کچھ بولتی ہے جو منات اس کے دل میں ڈالتا ہے۔

عمرو ہاتھ جوڑے فریاد کرر ہا تھا:

اے میرے مالک! میں نے ہمیشہ تیری خدمت کی ہے۔تو میرا آقا ہے' میں نے ساری زندگی تیری عبادت کی ہے۔ تجھے اعلیٰ اور خوبصورت لکڑی سے تیار کیا ہے اور روزانہ تجھے صاف کرتا ہوں اور خوشبو لگاتا ہوں لیکن اب پچھلے کئی دنوں سے میں پریشان ہوں تو میری پریشانی کو یقیناً جانتا ہے۔ ہماری بستی میں ایک نوجوان مکہ سے آیا ہے' وہ ہمارے لوگوں کو تیری عبادت سے روکتا ہے۔اس کی باتیں بہت عمدہ ہیں' اس کی آواز میں عجیب قسم کی مٹھاس ہے۔ بات سننے والا اسی کا ہو جاتا ہے۔لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرر ہے ہیں اور اسی کا دین قبول کرر ہے ہیں۔دل تو میرا بھی کرتا ہے کہ اس کی عمدہ باتوں کو قبول کرلوں لیکن اتنی

بڑی جرأت آپ کے حکم کے بغیر کیسے کرسکتا ہوں۔ میں آج آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ سے مشورہ کرسکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں اور اگر وہ غلط ہے تو بھی مجھے حکم دیں میں انکار کردوں۔

اتنا کہنے کے بعد عمرو بن جموع نے اپنا سر اٹھایا اور منات کی طرف دیکھا لیکن وہاں خاموشی تھی، وہ کوئی بات کرسکتا تو جواب دیتا لیکن یہ بات عمرو بن جموع کی عقل میں نہیں آتی تھی۔ وہ تو اندھا ہوکر اس کی عبادت کرتا رہا۔ عمرو نے سوچا شاید منات ناراض ہوگیا۔ اس لیے وہ اس کی بات کا جواب نہیں دے رہا۔ لہٰذا عمرو بن جموع فوراً بولا:

میرے آقا! لگتا ہے آپ ناراض ہوگئے ہیں۔ میری بات آپ کو بری لگی۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک آپ کا غصہ دور نہ ہوجائے۔ یہ کہہ کر عمرو بن جموع وہاں سے اٹھ آیا۔

جس نوجوان کی بات عمرو بن جموع کر رہا تھا اس کا نام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا، جو رسول اکرم ﷺ کے حکم پر مدینہ والوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے آئے تھے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب اپنی میٹھی اور نرم زبان میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور اسلام کی سچائی کے بارے میں بتاتے تو اکثر لوگ ان سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لیتے یا پھر یہ تسلیم ضرور کرتے کہ مصعب کی باتیں سچ ہیں۔ ان کی باتیں سن کر عمرو بن جموع کے تینوں بیٹے معاذ، معوذ اور خلاد رضی اللہ عنہم اور ان کی والدہ ہند رضی اللہ عنہا مسلمان ہوچکی تھیں۔ تاہم ابھی اس بات کا علم عمرو بن جموع کو نہیں تھا۔

عمرو بن جموع نے مدینہ کے لوگوں کو اپنا دین بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوتے دیکھا تو اپنے گھر کی فکر ہوئی کہ کہیں اس کی بیوی اور بچے بھی مسلمان نہ ہوجائیں۔ اسی پریشانی میں اس نے اپنی بیوی کو بلایا اور کہا کہ وہ اپنے بچوں کا خیال رکھے کہیں ایسا نہ ہو وہ مکہ کے اس نوجوان کی باتیں سن کر اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیں۔ ہند رضی اللہ عنہا سمجھدار خاتون تھیں۔ اس کے دل میں بھی یہی تھا کہ عمرو بن جموع مسلمان ہوجائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کفر پر فوت ہو۔ چنانچہ اس نے نہایت ادب اور احترام سے اپنے خاوند کو مخاطب کیا:

''سرتاج! آپ بے فکر رہیں جیسا آپ چاہیں گے آپ کے بیٹے بھی ویسا ہی کریں گے لیکن آپ معاذ کی وہ باتیں تو سن لیں جو وہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سن کر آیا ہے۔''

یہ سن کر عمرو بن جموع یکدم چونک اٹھا۔کیا وہ اپنا دین چھوڑ چکا ہے اور مجھے علم بھی نہیں۔ یہ تو نہ صرف افسوسناک بات ہے بلکہ میرے خدا کے لیے خطرناک بھی ہے۔اس نے نہایت غصے سے کہا:

ہرگز نہیں! وہ تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گیا تھا۔وہاں جو کچھ مصعب نے کہا اس نے زبانی یاد کرلیا تاکہ آپ کو سنا سکے اور پھر جو آپ کہیں وہی ہوگا۔''

ہند رضی اللہ عنہا نے تیزی سے کہا۔اسے ڈر تھا کہ کہیں خاوند غصے میں آ کر کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے۔

عمرو بن جموع یہ سن کر ٹھنڈا پڑ گیا۔اچھا! بلاؤ اسے اس نے کہا:

معاذ آیا تو نہایت ادب سے بولا: ابا جان! آپ نے مجھے یاد کیا۔

ہاں! جو کچھ تم مصعب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں باتیں سن کر آئے ہو مجھے بھی بتاؤ۔ تاکہ میں بھی دیکھوں ایسی کونسی بات ہے کہ لوگ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اس کا دین قبول کر رہے ہیں۔

عمرو بن جموع نے کہا:

معاذ رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع کی:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ......

عمرو سنتا جا رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا کہ یہ تو نہایت عمدہ کلام ہے۔ یہ تو نہایت عمدہ کلام ہے۔

جب معاذ رضی اللہ عنہ نے تلاوت ختم کی تو عمرو نے پوچھا:

کیا مصعب رضی اللہ عنہ کی ساری باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں؟

جی ابا حضور! بلکہ اس سے بھی بہت عمدہ۔ ہر کلام پہلے سے بڑھ کر اور دل میں اترنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری قوم کے لوگ ان کا دین قبول کر رہے ہیں۔ آپ کی قوم بھی اسلام قبول کر چکی ہے۔ کیا آپ ان کی بیعت نہیں کریں گے۔

معاذ رضی اللہ عنہ نے جھجکتے ہوئے کہا:

عمرو بن جموع نے سر جھکایا' اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہی کلام سچا ہے۔ دوسری طرف اس کا خدا منات

تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے بیٹے سے کہا:

میں اس سلسلے میں اپنے خدا سے رابطہ کرتا ہوں۔ وہ مجھے مشورہ دے گا میں اس پر عمل کروں گا۔

لیکن ابا جان! منات تو بول نہیں سکتا۔ آپ جانتے ہیں وہ تو محض لکڑی کا ایک بت ہے۔ جسے آپ نے خود بنایا ہے۔ بیٹے نے باپ کی حالت بدلتے ہوئے دیکھی تو چوٹ لگائی۔

نہیں ایسا نہیں ہوسکتا جب تک میں اپنے خدا منات سے مشورہ نہ کرلوں میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اس نے سختی سے کہا:

اب اس جواب کے لیے وہ منات کے آگے حاضر ہوا تھا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا اور نہ ہی ملنا تھا۔

عمرو بن جموع کے گہرے دوست سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہیں بھی اپنے دوست کی بہت فکر تھی۔ ایک دفعہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھر آئے تو عمرو بن جموع موجود نہ تھے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے معاذ' معوذ اور خلاد رضی اللہ عنہم سے عمرو بن جموع کے حوالے سے پوچھا:

کیا وہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟

معاذ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی تفصیل بتائی اور کہا کہ جب تک ابا جان کے دل سے منات کا رعب' احترام اور عزت نہیں نکلتی اس وقت تک ان کو اسلام کی دعوت دینا بے کار ہے۔

اس کا حل میرے پاس ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا:

وہ کیا؟ تینوں ایک ساتھ بولے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سارا منصوبہ تفصیل سے بتایا۔ اب معاذ رضی اللہ عنہ نے تینوں سے مل کر منات کو اس کی جگہ سے اٹھایا اور باہر جہاں لوگ گندگی پھینکا کرتے تھے وہاں پھینک دیا۔

رات گزر چکی تھی۔ عمرو بن جموع صبح اپنے بستر سے اٹھا اور اپنے خدا کو سلام کرنے کے لیے منات کے کمرے میں داخل ہوا تو منات غائب تھا۔

عمرو بن جموع غصے میں اپنی بیوی ہند کے پاس پہنچا۔ اس سے پوچھا لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ منات پر رات کیا گزری۔ اپنے بیٹوں سے پوچھا: انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا۔ عمرو بن جموع گھر میں تلاش کرنے کے بعد باہر نکلا اور مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا اس گندگی کے ڈھیر کے پاس پہنچا تو دیکھا اس کا

خدا اوندھے منہ گندگی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کے اوپر بھی کوڑا پھینکا ہوا ہے۔ عمرو بن جموع اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور اسے دھویا' خوشبو لگائی' ساتھ ہی ساتھ بڑ بڑا رہا تھا:

افسوس میرے خدا کے ساتھ کیا کیا۔ ہائے افسوس میرا خدا...... قسم ہے اگر مجھے اس شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے جس نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا تو میں اسے ذلیل و رسوا کر دوں گا۔

عمرو نے منات کو رکھنے کے بعد اس کے سامنے سجدہ کیا اور اپنے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔

رات ہوئی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے پھر منات کو اٹھایا اور اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

عمرو بن جموع معمول کے مطابق صبح اٹھا اور عبادت کے لیے منات کے کمرے میں آیا تو اس کا معبود پھر غائب تھا۔

عمرو حیران تھا کہ آخر کون اس کے معبود کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے۔ وہ تلاش کرتے کرتے اسی گڑھے کے پاس آ گیا جہاں منات گندگی میں لتھڑا اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔

عمرو نے اسے اٹھایا گھر لا کر صاف کیا' خوشبو لگائی اور واپس اس کی جگہ رکھ دیا۔

اگلے دن پھر تیسری دفعہ یہی واقعہ پیش آیا۔ اب عمرو اس صورتحال سے کافی پریشان ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے معبود کو کس طرح گندگی سے بچائے لیکن اتنی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کون کر سکتا تھا۔ وہ تو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتا' عمرو کی کیسے کرے گا!!؟

سوچتے سوچتے اسے ایک ترکیب سوجھی' اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور منات کے گلے میں لٹکا دی اور اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولا:

''میرے خدا! میں اپنی کوشش کے باوجود اس آدمی کو نہیں جان سکا جو روزانہ تیرے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرتا ہے۔ اب میں نے تجھے تلوار دے دی ہے۔ تم خود اپنا دفاع کرو اور جو شخص بھی تیرے پاس آئے اسے ایسا مزہ چکھاؤ کہ دوبارہ وہ ایسی جرأت نہ کر سکے۔''

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسے یقین تھا کہ اب منات اپنے دشمن کو نہیں چھوڑے گا۔ اس لیے وہ بے فکری کی نیند سو گیا۔

بیٹوں نے دیکھا کہ ان کا باپ گہری نیند سو چکا تھا' وہ دبے پاؤں منات کے کمرے میں داخل ہوئے۔

تلوار اس کی گردن سے اتار کر پھینک دی اور پھر اسے اس گڑھے میں پھینک آئے جہاں سارے محلے کا گندا پانی جمع ہوتا تھا۔اس مرتبہ انہوں نے اس کے ساتھ ایک مرا ہوا کتا بھی باندھ دیا۔ایسا کرنے کے بعد وہ واپس گھر آئے اور اپنے اپنے بستر پر سو گئے۔

صبح ہوئی تو عمرو بن جموع بیدار ہوتے ہی پہلے منات کے کمرے میں گیا تو اسے پھر غائب پایا۔

تلاش کرتے کرتے آخر وہ اس گڑھے تک پہنچ گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ منات کے گلے میں تلوار کی بجائے مردہ کتا تھا اور وہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی حالت میں گندے پانی میں پڑے تھے۔

عمرو بن جموع ٹھٹھکا! اگر یہ خدا ہوتا تو مردہ کتے کے ساتھ کیوں ایسے پڑا ہوتا۔یہ سوچنا تھا کہ اسے منات سے نفرت ہوگئی۔اس نے پکار کر کہا:

''اگر تو خدا ہوتا تو کبھی بھی ایسی گندی حالت میں مردہ کتے کے ساتھ نہ پڑا ہوتا۔افسوس ہے مجھ پر جو ساری زندگی تیری عبادت کرتا رہا۔''

یہ کہہ کر وہ گھر واپس آیا اور اپنے بیٹوں کو بلا کر کہنے لگا:

میں جان چکا ہوں کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت خدا نہیں ہوتے۔وہ تو بے جان ہیں' میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اسلام قبول کر لوں۔

بیٹوں نے کہا اھلا و سھلا مرحبا' ابا جان دیر کس بات کی۔

عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

☆......☆......☆

بچوں کے لیے ہماری دیگر دلچسپ تربیتی کتب



دارالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ